آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز
یعنی
دُنیا کے مذاہب پر نظر

نمبر ۲
بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۴ء
مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۳۲ ہجری

چندہ سالانہ
عام عہ
طلباء سے عمر

فہرست مضامین

تصدیق المسیح نمبر ۲ — ۴۱-۴۸
حیوۃ نورِ دین پر سرسری نظر — ۴۹-۶۲
تمام دنیا اسلام کی طرف آ رہی ہے — ۶۲-۷۵
ماہوار رپورٹ — ۷۵-۷۸
گوشوارہ — ۷۹-۸۰

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰- فروری سنہ ۱۹۱۴ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا۔

خدارا یک زماں بردار از رخ پردہ اے لیلی

کہ ناصح پُر ملامت میکند مجنونِ شیدا را

یہ انسانی فطرت ہے کہ جن لوگوں کے نام دنیا میں شہرتِ تام رکھتے ہیں اُن کے حالات زندگی تفصیلی طور پر معلوم کرنے اور سُننے کی خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ سلطان صلاح الدین اور نپولین کی سوانح عمریاں جس شوق سے مطالعہ کیجاتی ہیں کسی معمولی آدمی کی لائف کو ہرگز یہ بات میسّر نہیں ہو سکتی۔ اور اسی تقاضائے فطرت کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے شیطان علیہ اللعن کو مشہور آفاق دیکھکر اُس کی بھی فرضی سوانح عمری لکھ ڈالی اور وہ بھی بہت سے احمقوں کا شغلِ بیکاری ہی لیکن شائع اور متداول ہونے والی سوانح عمریوں میں بہت ہی تھوڑی ایسی ہوتی ہیں جو لوگوں کو بہت زیادہ نفع پہنچا سکتی ہیں اسوقت مَیں لوگوں کو ایک ایسی لائف کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو اپنے ایک ایک صفحہ میں جواہرات کے انبار رکھتی ہے۔ مصنف نے ٹائٹل پیج پر یہ شعر لکھا ہے جو اس اعلان کا ہیڈنگ ہے اور اس شعر سے سوانح عمری کی صرف ایک ہی خوبی کی طرف اشارہ ہوتا ہے یعنی سلسلۂ احمدیہ کے موجودہ امام کی سوانح عمری کو پڑھکر مخالفین و معاندین سلسلہ شرمندہ ہو جائیں گے اور تبلیغ سلسلہ کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اس کتاب کو غیر احمدیوں میں بکثرت شائع کیا جائے لیکن اسی قسم کی اور اس سے بھی بڑھ چڑھکر اور بہت سی خوبیاں اس سوانح عمری میں ہیں جس کا نام

مرقاۃ الیقین فی حیوۃ نورالدین ہے

اکبر نجیب آبادی مؤلف کتاب کی کوششوں سے جمع ہوگئی ہیں اور تمام خوبیوں کا اندازہ صرف کتاب کے مطالعہ پر منحصر ہے۔

یہ کتاب دفتر میگزین سے سوا روپیہ (عہ) قیمت پر ملتی ہے اور تعداد میں بہت تھوڑی چھپی ہے۔ دوسرے ایڈیشن کے لیئے خدا جانے کسقدر انتظار کرنا پڑے۔ درخواستیں بنام منیجر میگزین قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تصدیق المسیحؑ نمبر ۲

بجواب

حقیقۃ المسیحؑ

(سلسلہ کے لیئے ملاحظہ ہو ریویو بابت جنوری سنہ ۱۹۱۴ء)

پیداوار - دودھ اور گھی کی کثرت

مولوی ابو احمد صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح کے زمانہ میں تو چاہیئے تھا زمین کی پیداوار کی کثرت اور دودھ اور گھی کی زیادتی ہوتی۔ مولوی صاحب۔ اگر آپ کا یہ بیان درست ہے تو یہ نشان بھی موجود ہے اس زمانہ میں ہاں مسیح موعودؑ کے زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کیئے ہیں کہ ویران زمینیں آباد ہو گئی ہیں جہاں مسیح کے زمانہ سے پہلے بیابان پڑے تھے اب وہاں نہریں چلتی ہیں کھیتیاں لہلہاتی ہیں۔ اور سبزہ زار کا خوشنما نظارہ آنکھوں کو خوش کرتا ہے۔ اور جہاں کانٹے دار جھاڑیاں اور ویرانے تھے۔ اب وہاں باغ اور آبادیاں دکھائی دیتی ہیں اور جہاں مسیح کے زمانہ سے پہلے میلوں آب ودانہ کا نشان نظر نہیں آتا تھا اب وہاں چشمے جاری ہیں اور نہریں چلتی اور پھولوں اور پھلوں کے باغ لہلہاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ اب زمین کی پیداوار بہت بڑھ گئی ہے اور جب زمین آباد ہو گئی تو اس کا ضروری نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ دودھ اور گھی بھی اسی

نسبت سے بڑھ جائے۔ پس یہ نشان تو خدا نے پورا کر دیا۔ پس اے مولوی صاحب۔ اگر آپ اس امر کو واقعی مسیح موعودؑ کے زمانہ کا نشان سمجھتے ہیں تو پھر یہ نشان تو کھلے طور پر پورا ہو گیا پھر آپ کو اس مسیح کے ماننے میں کیا تامل ہے۔ اگر آپ نے پیداوار کا نشان دیکھنا ہو تو آپ مسیح موعودؑ کے ملک یعنی ملک پنجاب میں تشریف لا کر بچشم خود اس نظارہ کا تماشا کریں اور پنجاب کی نو آبادیوں کی سیر کر کے اپنے ایمان کو زندہ کریں اور یہ امر صرف پنجاب تک ہی محدود نہیں بلکہ دنیا کے مختلف حصوں میں یہ نشان اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اور غیر آباد علاقے آباد کئے جا رہے ہیں اور بنجر زمینیں مرغزار کا نمونہ بن رہی ہیں۔ مگر مولویصاحب۔ آپ ایک اور تماشا دیکھیے کہ باوجود اس کثرت پیداوار کے پھر بھی آپ کو گرانی کی مصیبت میں گرفتار کر رکھا ہے اور جو چیز پہلے منوں کے حساب سے ملتی تھی اب وہ سیروں کے حساب سے ملتی ہے اور یہ دکھ آپ کو اسلئے دے رکھا ہے تا آپ تضرع سے کام لیں آپ کو اس امر کا بہت دُکھ ہے کہ اگرچہ "ہندوستان زمین کی پیداوار کا مخزن" ہے مگر اس سے یہاں کے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ "اکثر پیداوار دوسرے ملک کو دوسری قومیں لیجاتی ہیں" آپ فرماتے ہیں کہ یہ ساری مصیبت "مرزا صاحب کے قدوم میمنت لزوم کی برکت ہے"۔ ہاں مولوی صاحب! پہلے بھی ایک قوم تھی جس نے آپکی مانند کہا انا تطیرنا بکم۔ اسکے آپ جیسے مہذب لوگوں کی زبان میں یہی معنے ہیں کہ یہ مصیبت آپکے قدوم میمنت لزوم کی برکت ہے۔ مگر مولویصاحب! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ مرسلین نے ایسا کہنے والوں کو کیا جواب دیا۔ وہی جواب آپ بھی سمجھ لیجئے۔ اس سے زیادہ آپ کو ہم کیا جواب دیں سورہ یٰس تو اکثر ملا صاحبان کو یاد ہوتی ہے کیونکہ اکثر اُنکو اپنے کاروبار میں اسکے پڑھنے کی ضرورت پیش آتی ہے پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ کو بھی یاد ہوگی ورنہ آپ قرآن شریف کھولکر دیکھ لیں کہ خدائے تعالیٰ نے انا تطیرنا بکم کہنے والوں کو کیا جواب دیا۔ وہی جواب آپ اپنے حق میں سمجھ لیجئے۔

"۲۳ کروڑ مسلمان کافر ہو گئے"

پھر مولویصاحب حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل میں اپنے خیال میں ایک بڑا بھاری اعتراض پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ کس طرح سچے نبی ہو سکتے ہیں "انکی ذات مبارک سے ۲۳ کروڑ کے قریب مسلمان کافر ہو گئے"۔ اس اعتراض کی تفصیل مولویصاحب اس طرح فرماتے ہیں "۲۳ کروڑ مسلمانوں میں سے بعض نے انہیں مانا۔ انکی تعداد اُن کے بیان کے بموجب چار لاکھ ہے۔ اب مرزا صاحب اور اُنکے خلیفہ صاحب کا ارشاد ہے کہ

جو مرزا صاحب پر ایمان نہیں لایا وہ مردہ اور کافر ہے اور مثل یہود کے ہے جو حضرت مسیحؑ پر ایمان نہیں لائے" (اسکے ساتھ مولویصاحب یہ الفاظ بڑھاتے ہیں نعوذ باللہ من ھذہ الکفریات) اور پھر لکھتے ہیں "اس کا حاصل یہ ہوا کہ دنیا میں جو تیرہ سو برس کے عرصہ دراز میں جسقدر مسلمانوں کی تعداد ہوئی تھی وہ نیست و نابود ہوگئی اور ۲۳ کروڑ میں سے مرزا صاحب کی کوشش سے چار لاکھ مسلمان رہے اور سب کافر ہوگئے" مولویصاحب نے اس اعتراض کو لکھکر بہت واویلا کیا ہے اور عام مسلمانوں کو جماعت احمدیہ کے برخلاف بہت اُکسانے کی کوشش کی ہے۔ آپ گویا روتے ہوئے فرماتے ہیں" انہوں نے تو گویا اسلام کو مٹا دیا اور اُن کی تیرہ سو برس کی عمارت کو ڈھا دیا۔ اب دوسری عمارت بنانا چاہتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ بھائیو۔ کچھ تو غور کرو۔ جماعت احمدیہ ایسی بدیہی باتوں کو نہیں دیکھتی اور اندھی بنکر دھکتی آگ میں گری پڑتی ہے" مولوی صاحب نے اسی مضمون کے متعلق اپنے رسالہ کے اخر میں ایک تتمہ بھی لگایا ہے۔ گویا اس اعتراض کو بڑی وقعت دی ہے۔ اور یہ اعتراض اُنکے نزدیک بالکل ناقابل جواب ہے۔ لیکن اگر انہوں نے اپنے اعتراض کا بودا پن دیکھنا ہو تو وہ یہ دیکھ لیں کہ ایک اسرائیلی بھی حضرت مسیح ناصری کی نسبت بعینہٖ یہ اعتراض کر سکتا تھا کہ یہ کیسا مسیح ہے۔ اس نے تو ساری قوم بنی اسرائیل کا خاتمہ ہی کر دیا اور ساری قوم کو مغضوب علیہم بنا دیا اور انکو لعنت کا تمغہ عطا کر دیا۔ اُس نے آکر سارے نبیوں کی محنت پر پانی پھیر دیا اور جس باغ کی آبپاشی کے لیئے اسقدر نبی اور رسول بھیجے گئے تھے اُسکو جڑھ سے کاٹ دیا۔ لاکھوں بنی اسرائیل میں سے صرف معدودے چند کو راہ راست پر لایا باقی سب کو مردہ اور کافر بنا دیا۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح کے ایک شاگرد نے اُس سے اجازت مانگی کہ اُسکا ایک رشتہ دار فوت ہوگیا ہے۔ اُسے اجازت دی جاوے کہ وہ جاکر اُسکی تجہیز و تکفین میں شریک ہو تو مسیحؑ نے اُسے جواب دیا کہ تو مجھے چھوڑکر اُنکے پاس کیوں جاتا ہے۔ مردے اپنے مردوں کو دفن کر لیں گے۔ اس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن بنی اسرائیل کا نام جنہوں نے اُنکے قبول نہیں کیا تھا مُردے رکھا پس اگر محمدی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے منکروں کا نام مُردہ رکھا تو مولوی صاحب اسقدر شور کیوں مچاتے ہیں۔ مولوی صاحب حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف یہ قول منسوب کر کے کہ جو شخص حضرت مسیح موعودؑ کا منکر ہے وہ مثل یہود کے ہے لکھتے ہیں نعوذ باللہ من ھذہ الکفریات مگر مولویصاحب کو اعوذ پڑھتے وقت یہ خیال نہیں رہا کہ مثل یہود کا لفظ حضرت مسیح موعودؑ یا حضرت

خلیفۃ المسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام نے ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ لفظ تو پہلے کسی اور مُنہ سے نکل چکا ہے اور حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اگر یہ لفظ حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کی نسبت استعمال کیا تو اپنی طرف سے تجویز نہیں کیا بلکہ ایک مبارک وجود کا بولا ہوا لفظ دُہرایا ہے۔ غالباً مولویصاحب کو نعوذ باللہ کہتے وقت یہ امر خیال میں نہیں آیا ورنہ نعوذ باللہ من ھٰذہ الکفریات کا کلمہ مُنہ سے نکالنے کی جرأت نہ کرتے مگر اب تو یہ کلمہ اُن کے مُنہ سے نکل چکا ہے اور ایسے فعل کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے اُسکو وہ خود سوچ سکتے ہیں۔ مولوی صاحب جس قول کو آپ کفریات میں داخل فرماتے ہیں وہ حضرت مسیح موعود یا حضرت خلیفۃ المسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام کا قول نہیں بلکہ یہ تو حضرت خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وخلفائہٖ وبارک وسلم کا قول ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث معلوم نہ ہو جس میں آپنے یہودی صفت لوگوں کی خبر دی ہے پس آپ کو تو اس امر سے خائف ہونا چاہیئے تھا کہ کہیں آپ ہی اُن لوگوں میں شامل نہ ہوں جو اُس حدیث کا مصداق بننے والے تھے۔ مگر آپ کی جرأت یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مُنہ سے نکلی ہوئی بات کو کفریات میں داخل فرماتے ہیں۔ مولویصاحب! اب بھی وقت ہے۔ آپ سچّے دل سے توبہ کریں اور اپنے اس قول سے رجوع کریں۔ یہ ایک بہت بڑی بات ہے جو آپکے مُنہ سے کسی منحوس گھڑی میں نکلی ہے۔ آپنے ایک ایسی بات کو جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مُنہ سے نکلی ہے کفریات میں داخل کر دیا ہے۔ مولویصاحب۔ توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ آپنے ایک ایسا کلمہ مُنہ سے نکالا ہے جو جہنّم میں اوندھا گرا سکتا ہے۔ آپ تو فرماتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ایسی بدیہی باتوں کو نہیں دیکھتی اور اندھی ہو کر دہکتی آگ میں گری پڑتی ہے۔ مگر آپنے یہ نہ دیکھا کہ جماعت احمدیہ اگر کچھ کہتی ہے تو وہی کہتی ہے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ مگر آپ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال کو کفریات میں داخل فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب! آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ وہ یہودی صفت ہو جاوینگے وہ خود اپنے یہودی صفت بنجانے کا اقرار نہیں کرینگے اور یہ مقدر تھا کہ اُنکی نسبت جب مسیح موعود یا اُس کا خلیفہ علیہما الصلوٰۃ والسلام یہ کہتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو ان لوگوں نے پورا کر دیا ہے تو وہ ناراض ہوتے اور کہتے کہ ہم تو کلمہ گو ہیں ہمیں کیوں یہودی صفت کہا جاتا ہے اور یہ مسیح کیسا ہے کہ ایسے لوگوں کو جو مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں یہودی صفت

قرار دیتا ہے۔ آپ شکایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات میں آپ کی نسبت کفر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی شہادت میں آپ ازالہ اوہام میں سے یہ الہام پیش کرتے ہیں قل یا ایہا الکفار انی من الصادقین فانظروا ایاتی حتی حین ایسا ہی حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور الہام بھی ہے اور وہ یہ ہے انی جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ ۔ مولوی صاحب۔ غالباً آپ عربی زبان سے واقف ہونگے آپ ہی فرمائیے کہ کفر کے کیا معنے ہیں۔ کیا اسکے معنے انکار کے نہیں۔ پس اگر ایک عربی الہام میں آپکی نسبت کفار یا کفروا کا لفظ آگیا تو اس میں کونسی غلطی ہے؟ کیا آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر نہیں؟ پھر آپ اس لفظ کو کیوں بُرا مناتے ہیں؟ اگر ایک شخص حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کریگا اور اُنپر ایمان لائیگا تو وہ اٰمنوا میں داخل ہوگا ورنہ جو لفظ اُسکے بالمقابل ہے وہ اُس پر صادق آئے گا۔ جو شخص لغت عرب سے واقفیت رکھتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا منکر ہے وہ خود اس بات کا اقرار کریگا کہ مندرجہ بالا الہام میں جو کفروا کا لفظ ہے وہ اُسکے متعلق جائز طور سے استعمال کیا گیا ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر خود اپنے تئیں کافر کہتے تھے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کے ہر ایک رسول نے اپنی قوم کو کہا اولو جئتکم باھدی مما وجدتم علیہ اٰباءکم۔ یعنی کیا اس صورت میں بھی جب کہ مَیں اُس راہ سے جسپر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا زیادہ اچھی راہ لایا ہوں تم اپنے باپ دادوں ہی کی راہ کو اختیار کرو گے۔ تو اسکے جواب میں اُنکی قوم نے کہا۔ انا بما ارسلتم بہ کافرون یعنی ہم اُس ہدایت کے کافر ہیں جو تم لائے ہو (زخرف۔ رکوع ۲) اسی طرح قوم عاد اور ثمود کی نسبت لکھا ہے کہ اُنہوں نے اپنے نبیوں کو کہا۔ لو شاء ربنا لانزل ملئکۃ فانا بما ارسلتم بہ کفرون (فصلت۔۲) اسی طرح خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کفرون (سبا۔۴) اسی طرح خدا تعالےٰ سورہ ابراہیمؑ رکوع ۲ میں فرماتا ہے جاءتھم رسلھم بالبینٰت فردوا ایدیھم فی افواھھم وقالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شك مما تدعوننا الیہ مریب۔ یہ سب قومیں اپنے تئیں راہ راست پر یقین کرتی تھیں اور اُنکو اپنے جہنمی ہونیکا خیال تک بھی نہ تھا۔

پھر بھی قرآن شریف کی مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود اپنا نام کافر رکھا۔ تعجب ہے مولوی صاحبان ایک طرف عربی دان ہونے کے مدعی ہیں دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کے عربی الہامات میں اپنی نسبت کفر کا لفظ دیکھکر آگ بگولا ہوجاتے ہیں اُسوقت ساری عربی اُنکو بھول جاتی ہے۔ مولوی صاحب سے میں پوچھتا ہوں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں آپ صاحبان کی نسبت کفر کا لفظ نہ ہوتو دوسرا کونسا لفظ ہے جو آپ لوگوں کی نسبت استعمال ہونا چاہیئے تھا۔ اگر آپ اس لفظ کو ناپسند فرماتے ہیں تو پھر آپ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائیں تب آپ اٰمنوا کے مصداق ہوجا دینگے لیکن جب تک آپ اُنکے منکر ہیں تب تک آپ پر وہ دوسرا لفظ ہی چسپاں ہوگا کیونکہ اُسکے معنے ہی منکر کے ہیں۔ یہ تو ایک امر واقعہ کا بیان ہے۔ اسمیں کسی کی ہتک ہی کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پہلے انبیاء کے منکر خود اپنے تئیں کافر کیوں کہتے۔ اور اگر آپ بھی اس لفظ کے معنوں کو مدنظر رکھتے تو اس لفظ پر گھبراتا تو کجا خود پہلے منکرین کی طرح اپنے حق میں یہ لفظ بلا تامّل استعمال کرتے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس انکار کا کوئی نتیجہ بھی بھگتنا پڑیگا۔ یا نہیں؟ تو اس سوال کا جواب میں آپ پر ہی چھوڑتا ہوں۔ آپ خود ہی فیصلہ فرما دیں۔ آپ ایسی لوگوں کی نسبت کیا فتویٰ دیتے ہیں جو مسیح موعودؑ کے ظہور پر اُسکو قبول کرنے سے انکار کریں اور اُس پر کفر کا فتویٰ جاری کریں اور کذّاب دجّال اُس کا نام رکھیں۔ آپ حضرت مرزا صاحب کی ذات کو جانے دیں۔ آپ سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جسکو تم سچّا مسیح سمجھو اُسکو کاذب اور دجّال کہنے والے کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے مولوی صاحب۔ ہمارا کام لوگوں پر کفر کا فتویٰ جاری کرنا نہیں یہ تو آپنے ہی اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ ہمارا کام سمجھانا اور تبلیغ کرنا ہے اور اسی غرض کو مدنظر رکھکر ہم آپ لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وعدے کا مسیح آگیا۔ تم اُسکو قبول کرو۔ خدائے تعالیٰ نے تمہاری بہتری کے لیئے مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا ہے اور اگر تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو اُس کیطرف دوڑو اور اُسکے سلسلہ بیعت میں اپنے تئیں منسلک کرو۔ اور اگر تم اس مسیح کو ردّ کرو تو اسکا نتیجہ یہی ہوگا جو مسیح ناصری علیہ السلام کے ردّ کرنے کا ہوا تھا۔ ہم تو صرف ہمدردی اور خیرخواہی کی نیت سے تمھیں حضرت مسیح موعودؑ کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر ہم تمھیں یہ بتلاتے ہیں کہ خدا کے رسول کا انکار تمھارے دین و دنیا کے لیئے اچھا نہ ہوگا تو اس سے ہماری یہ غرض نہیں ہوتی کہ ہم تمھارے دلوں کو دُکھائیں بلکہ صرف تمھیں جگانا اور بیدار کرنا ہمارا مقصد ہوتا ہے۔ اگر ہم قرآن شریف کی آیات کو تمھارے سامنے پیش کرکے تمام رسولوں کے ماننے کی ضرورت کو تم پر ثابت کرتے ہیں تو یہ

صرف اسلیئے کہ تم اپنی غلطی سے آگاہ ہو جاؤ۔ تا ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتاؤ۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم تمھیں خوش کرنے کے لیئے یہ کہیں کہ خدا کے مسیح کی تمھیں کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہم تمھارے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ اسلیئے ہم تمھیں صاف الفاظ میں سناتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا ماننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے آنے کی خبر دی اور اُسکے قبول کرنے کا حکم دیا۔ اور اُس کا انکار گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی فرمائی ہوئی باتیں پوری ہوتی ہیں اور آپ اُنکا انکار کرتے ہیں بلکہ میں اس سے بھی بڑھ کر کہونگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا انکار خود خدائے تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے اُس کی تصدیق کرتا ہے اور تم اُن الٰہی نشانوں کا انکار کر کے آیات اللہ کے مکذب بنتے ہو۔ پس کیا ہم آپ کو متنبہ نہ کریں۔ کیا ہم آپ صاحبان کو اُن الٰہی نشانوں کی طرف متوجہ نہ کریں جو خدائے تعالیٰ اپنے پیارے مسیح کی تائید و تصدیق میں ظاہر فرما رہا ہے۔ غرض جو کچھ ہم تمھیں کہتے ہیں وہ تمھیں متنبہ اور ہوشیار کرنے کیلیئے کہتے ہیں نہ دل دکھانے کے لیئے ہمدردی کی راہ سے کہتے ہیں نہ عداوت کی وجہ سے تمھاری بھلائی کے لیئے کہتے ہیں نہ بُرائی کے لیئے۔ تمھیں خدا کی رضا کی راہ کی طرف بلاتے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ تم مسیح موعودؑ کا انکار کر کے خدا کے غضب کے نیچے آجاؤ۔ اگر تم قبول کرو گے تو تمھارا اپنا فائدہ ہے اور اگر نہیں مانو گے تو اسکا نتیجہ تمھیں خود بھگتنا پڑیگا۔ قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ و من عمی فعلیھا۔

حضرت مسیح موعودؑ مسلمان بنانے کیلئے آئے نہ کافر

مولویصاحب کے تتمہ کا عنوان ہے "چودھویں صدی کے مسیح کا آنا اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنانا"۔ مولوی صاحب۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ایک مسلمان کو بھی کافر نہیں بنایا۔ آپ کا الہام ہے چو دور خسروی آغاز کردند۔ مسلماں را مسلماں باز کردند۔ پس حضرت مسیح موعودؑ تو مسلمانوں کو مسلمان بنانے کے لیئے آئے تھے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اگر کسی نے انکو کافر و دجال لکھکر بموجب حدیث نبوی کفر خریدا یا خدائے تعالیٰ کے نشانات کا منکر ہوا یا خدا کے مامور کا انکار کیا تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا کیا قصور۔ ہاں اگر آپ یہ فرمادیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ ظاہر نہ ہوتے تو انکو کافر و دجال کہنے والے بھی پیدا نہ ہوتے اور نہ اُن کے نشانوں کا انکار ہوتا اور نہ کوئی انکی تکذیب کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس طرح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض وارد ہوتا ہے تو یہی اعتراض تمام انبیاءؑ پر بھی وارد ہوگا
کیونکہ ان کے آنے پر ہزاروں لاکھوں لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور ان کے منکر یعنی کافر ہو گئے
بنی اسرائیل حضرت مسیحؑ کی مخالفت کر کے اور ان کے ساتھ عداوت اور بغض کا برتاؤ کر کے خدا تعالیٰ
کے غضب کے مورد بن گئے پس کیا یہ کہنا جائز ہے کہ وہ نعوذ باللہ سچے نبی نہیں تھے کیونکہ ان کے آنے
سے ہزاروں لاکھوں آدمی کافر ہو گئے۔

اولیاء اللہ اور کافر بنانا

مولوی ابو احمد رحمانی صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور بعض دیگر بزرگوں کا ذکر لکھتے ہیں
کہ "ان کی ذات سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوا" میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام تو مسلمانوں کو مسلمان بنانے کے لئے آئے تھے نہ کہ کافر اور یہ کہ اگر کوئی کافر
بنا تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ مگر
جس طرح مولویصاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے سے لاکھوں آدمی
کافر ہو گئے اس قسم کے کافر بنانے میں تو تمام انبیاء شریک ہیں بلکہ اولیاءؒ اور صلحاءؒ بھی حصہ دار ہیں
مولوی ابو احمد صاحب رحمانی ایسے آدمی کے حق میں کیا فتویٰ دیتے ہیں جو ایک مومن کو کافر کہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسے آدمی کو کافر ہی ٹھہرایا ہے۔ اب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے فیصلہ کے بموجب ایک شخص ایک مومن کو کافر کہکر کافر ہو جاتا ہے تو ایسے آدمی کی نسبت مولوی
ابو احمد صاحب کیا فتویٰ دیتے ہیں جنہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کی
تکفیر کی۔ کیا مولویصاحب ایسے آدمی کی نسبت کفر کا فتویٰ نہیں دینگے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ مولویصاحب
ایسے انسان کی نسبت ضرور کفر کا فتویٰ دینگے۔ اب مولویصاحب بعض اولیاءؒ اور صلحاءؒ کا ذکر کر کے
تسلیم کرتے ہیں کہ "لوگوں نے انہیں کافر کہا" پس کیا وہ لوگ جنہوں نے ان بزرگوں کو کافر کہا خود
کافر ہوئے یا نہ؟ اور کیا یہ سب لوگ کلمہ گو تھے یا نہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ صرف حضرت مسیح موعودؑ
کے زمانہ میں ہی کلمہ گو لوگ منکر نہیں بنے بلکہ گذشتہ اولیاء اللہ کے زمانہ میں بھی کئی کلمہ گو لوگ منکر
بنے۔ اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں اس قسم کے منکر نہیں بنتے رہے۔ اور نہایت افسوس کی
بات ہے کہ اس طرح کا انکار اکثر اسی گروہ کے حصہ میں آتا رہا ہے جس گروہ میں مولوی ابو احمد صاحب رحمانی
شامل ہیں یہ ہمیشہ یہ گروہ اپنی بدقسمتی سے مسلمانوں اور خصوصاً صلحاء اور اولیاء اللہ کی مخالفت

ص میں علمائے گذشتہ کی نسبت بیان فرمایا ہے اور اس زمانہ کے علماء سے ایک کثیر گروہ نے بھی اسی امر میں اپنے بزرگوں کے قدم بقدم چل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیاء اللہ اور صلحاء پر کفر کے فتوے دیئے جو اس قسم کے علماء نے جاری کیا اور اب اس زمانہ کے
مولویصاحبان کی ایک بڑی تعداد نے اسی سنت پر عمل کر کے دکھا دیا۔ اور ہر روز تازہ بتازہ کفرنامہ جاری کرتے رہتے ہیں تا یہ سنت کہیں

حیٰوۃِ نورِ دین پر سرسری نظر

{ذیل کا ریویو ہمیں جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب نے مرحمت فرمایا ہے جو ہم بڑی خوشی سے درج ریویو کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ ریویو کیلئے اپنے مضامین ارسال فرما کر ہمیں شکریہ کا موقعہ دیتے رہینگے۔} ایڈیٹر

بیانِ شوق چہ حاجت کہ حالِ آتشِ دل ٭ تواں شناخت ز سوز یکہ در سخن باشد

ہم جس دنیا یا جس کائنات میں رہتے ہیں وہ مختلف سانحات اور واقعات کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ جسے ایجازاً کیا تفصیلاً بھی بیان کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہی روزمرہ کیا ہر ساعت اور ہر منٹ اور سیکنڈ ایسے ایسے واقعات گذر جاتے ہیں جو اپنی دلچسپی دلاویزی اور ندرت کی وجہ سے اُس کائنات کے لیئے جو کچھ بھی شعور اور فہم فراست رکھتی ہے صدہا نکات اور ہزاروں عبرتوں کا زندہ مجموعہ ہوتے ہیں شب و روز اگرچہ ہمارے مشاہدہ میں ایسے واقعات اور سانحات آتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے بہت تھوڑے ہیں جو انہیں ضمیری مشاہدہ اور عبرت کی نگاہوں سے دیکھنے کے عادی ہوں یا اُن کے دلوں پر اُن کا کوئی اثر پڑتا ہو۔ ہم اکثر سرسری رنگ میں واقعات اور سانحات کا مشاہدہ یا مطالعہ کرنے کے عادی ہیں وہ لاپروائی اور وہ غفلت جو ہماری زندگی کا رفتہ رفتہ لازمہ ہوتی جاتی ہے ہمیں بسا اوقات اُن واقعات اور اُن سانحات سے محض خالی اور کورا واپس لے جاتی ہے جو ہماری زندگی کے واسطے ایک قیمتی سبق ہوتے ہیں بعض وقت ہم کہا کرتے ہیں کہ ایسی غفلت نہ ہوتی تو ہماری چہیتی دنیا کا کام ہی نہ چلتا۔ شاید یہ کسی حد تک درست بھی ہو مگر اگر یوں کہا جاوے تو زیادہ تر درست ہوگا کہ ان حالات میں ہماری زندگیوں کی داغ بیل کی روش کچھ اور ہی ہوتی۔ انسان میں یہ طبعی یا فطرتی خاصہ ہے کہ وہ مختلف مشاہدات میں سے ایک حد تک انتخاب کرنے کا عادی ہے اور اکثر اوقات نظائر اور تماثیل سے اُس کا دل اور دماغ بہت کچھ حاصل کرتا ہے اسی خیال سے وہ چیدہ چیدہ مشاہدات اور واقعات کے جمع کرنے کا عادی ہے تاریخ اور تذکرات کی یہیں سے بنیاد پڑی ہے۔ جب عام طور پر بعض واقعات کا بیان ہوتا ہے تو وہ ایک تاریخ یا تذکرہ ہوتا ہے تحریر ہی ان کی حامل نہیں ہوتی حافظہ بھی بہت کچھ محفوظ رکھتا ہے سوانح عمریوں کی بنیاد بھی یہی ہے لوگ عموماً اس امر کے مشتاق ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ہی ابنائے جنس کی زندگی کے حالات سے واقفیت پیدا کریں اور دیکھیں کہ اُن کی زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں کیا کچھ فرق ہے اسی لیئے اور اسی شوق میں

ہر ملک اور ہر قوم میں صدہا سوانح عمریاں لکھی گئیں کچھ دوسروں نے لکھیں اور کچھ خود ہی لکھنے والے لکھ گئے ہر سوانح عمری ایک خاص شخص کی زندگی اور رفتارِ زندگی کا ایک فوٹو ہوتا ہے ممکن ہے کہ اُس فوٹو کے کھینچنے یا کھنچانے میں کوئی خامی اور نقص ہی رہ گیا ہو اور اس وجہ سے اُس پر نکتہ چینی ہو سکتی ہو۔ لیکن باوجود اسکے بھی اگر کوئی سوانح عمری نیک نیتی اور احتیاط سے لکھی گئی ہے تو اُس سے دوسرے ابنائے جنس اخذ اور ترک کے سلسلہ یا شکل میں بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں بعض لوگ کبھی کبھی سوانح عمریوں کے پڑھنے سے اسواسطے اُکتاتے اور دل چُراتے ہیں کہ اُن کے خیال میں سوانح عمری وہی پڑھنے کے قابل ہوتی ہے جو کسی پہلو سے بھی نکتہ چینی کی زد میں نہ آسکتی ہو یا اُن کے خیالات کے موافق ہو۔ یہ خیال درست نہیں اختلافِ خیالات اور متضاد مذاق ہونے کی وجہ سے کوئی بھی ایسی سوانح عمری نہیں مل سکتی ہے جو سب قسم کے خیالات کا مجموعہ ہو۔ اور جس کو سب لوگ ہی پسند کریں۔ سوانح عمری میں ایک خاص شخص کے چیدہ واقعات اور رفتار یا افتادِ زندگی کا ذکر ہوتا ہے وہ بجائے خود اُس شخص کی زندگی کا ایک ریویو یا ایک تنقید ہے ہمارا فرض ہے کہ اپنے مطبوعہ اور پرستیدہ خیالات یا عقیدت کو چھوڑ کر فطرت اور انسانیت کے اعتبار سے اُن کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ باوجود تضادِ خیالات کے ایسے شخص کی زندگی اور زندگی کے کارنامے کیا کچھ کیفیت اور قیمت رکھتے ہیں پڑھنے سے پہلے ہی اپنے پرستیدہ خیالات کے ہجوم سے وہی نتیجہ نکالنا رہ تحقیق سے بعید ہے انسانیت کا یہ فرض ہے کہ وہ پوری طمانینت سے حسنات کے اخذ کی کوشش کرے نکتہ چینی کا میدان اسقدر وسیع ہے کہ اُس سے انسانی ذات کیا ملکوتی ذات بھی نہیں بچ سکی۔

جو شخص کسی کی زندگی کا ریویو کرتا ہے وہ دراصل پیش کردہ معلومات کے مطابق ایسی زندگی کے مختلف واقعات کیفیات اور سانحات سے ایک مجموعی نتیجہ نکالتا ہے۔ یہ جُدا بات ہے کہ بعض لوگ اُس سے اتفاق نہ کریں لیکن واقعات کے پیش کرنے میں بہت کم اختلاف کی نوبت آتی ہے آہیں کچھ بھی شک و شبہ نہیں کہ انسانوں کی زندگیوں کے مختلف واقعات ایک ہی خیال یا تنقید کے تابع نہیں رہ سکتے لیکن بااین ہمہ واقعات اور افتادِ زندگی خود ہی ایک فیصلہ کُن فیصلہ ہوتا ہے۔

معشوقہ عیاں سے گزرد بر تو ولیکن
اغیار ہمے بینند ازاں بستہ نقاب است

زندگی یا زندگیاں جن جن خوفناک گردابوں میں سے گذرتیں اور جو جو طوفان اُن کی رہ میں آتے ہیں اور جن جن آزمائشوں اور مشکلات میں اُن کا امتحان ہوتا ہے وہ ایسی نہیں ہیں کہ اُن کی واجبی قیمت نہ لگائی جائے اگر کوئی زندگی کسی حد تک ایسے تلاطم اور ایسے گرداب سے محفوظ گزر گئی ہے تو وہ واقعی تعریف اور حوصلہ افزائی کے قابل ہے۔ جن لوگوں نے زندگی کے گردابوں اور تلاطموں کا خوفناک سماں دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ساحل مقصود پر پہنچنا کسقدر مشکل ہے۔

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابِ چنیں ہائل
کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحلہا

وہ لوگ جو زندگی کی ایسی مشکلات کا شعور اور احساس نہیں رکھتے وہ دراصل زندگی کے مفہوم اور زندگی کی مشکلات سے واقف ہی نہیں ہیں وہ صرف نام کے انسان ہیں ورنہ اُن میں انسانیت اور انسانی فطرت بوجوہ مردہ ہو رہی ہے وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں۔

خیالِ زلف تو پختن نہ کار خامان است
کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

وہ زندگیاں جو شروط انسانیت اور قواعد فطرت کے ماتحت گذرتی ہیں وہ زندگیاں جو اپنی راہ میں جیبہ پُرخار ہی نہیں بلکہ خارستان پاتی ہیں جو پھونک پھونک قدم رکھنا زندگی کا پہلا اصول خیال کرتی ہیں اُن کا صحیح و سالم اور مامون رہنا بہت ہی قیمت رکھتا ہے اگر ہم فرائض کے ساتھ ساتھ تدین اور حزم و احتیاط بھی رکھنے کے عادی ہیں تو ہماری زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں ضرور فرق ہونا چاہیئے ایک طرف ہمارے سامنے ہمارے اردگرد لاکھوں قسم کی تحریکات کا ہجوم ہے اور دوسری طرف ہم سے یہ عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ ہمارا پاؤں نہ پھسلے اور ہم لغزش نہ کھائیں۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٗ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

جو لوگ یہ ذمہ داری سمجھتے اور جو لوگ عہد و پیمان نباہنے والے ہیں وہی جانتے ہیں کہ اس گرد و غبار اور ان تحریکات میں سے صحیح و سالم نکلنا کیسا مشکل ہے۔

بآستان تو مشکل توان رسید آرے ✤ عروج بر فلک سروری بدشواری است

لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں صرف زندہ رہنا ہی زندگی ہے بول چال پھرنا چلنا اُٹھنا بیٹھنا ہی انسانیت اور زندگی کا بڑا لازمہ یا بڑا کارنامہ ہے ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا کھینچ تکبر و رعونت وغیرہ وغیرہ ہی سامان زندگی ہے نہیں نہیں زندگی ہاں سچی زندگی کا سماں اور روپ ہی کچھ اور ہے اگر زندگی یہی ہے تو ہم سے جانوروں کی زندگیاں سو درجہ اچھی ہیں سانس اور دم تو وہ بھی لیتے ہیں اُن کی بعض طاقتیں ہم سے کہیں سبک دلچسپ اور بہتر ہیں نہیں نہیں زندگی اس سامان کا نام نہیں ہے وہ کچھ اور ہی ہے اُسے صدہا میں سے کوئی ایک آدھ ہی حاصل کرتا ہے اور وہ بھی بصد مشکل اور فضل باری سے زندگی صادقہ یا حیات نوری کی راہوں سے کوئی خاص بندہ ہی بسلامت جاتے ہیں۔

جمال شخص نہ چشم است نہ زلف و عارض و خال
ہزار نکتہ دریں کاروبار دلداری است۔

ایسی زندگیاں جو ان مشکلات اور ان خوفناک یورشوں سے کسی حد تک بھی صحیح و سالم اپنے تئیں لے نکلتی ہیں وہ ابنائے جنس کے واسطے ایک فخر اور ایک پاک نمونہ ہوتی ہیں ایسا نمونہ جس پر اور زندگیوں کی رفتار رفتہ رفتہ اُسی راہ پر آسکتی ہے زندگیوں پر ریویو کرتے ہوئے وہ خیالات دماغ سے نکالنے ہی پڑینگے جو بعض وجوہ سے پہلے ہی سے متوجہ ہو رہے ہیں کیونکہ ریویو میں پرستیدہ خیالات دُور ہی رہنے چاہیئے اگر پہلے کے متوجہ خیالات کی پابندی سے ہم کسی زندگی اور اُس کے واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اپنے تئیں ایک فریب دہ راہ پر ڈالتے ہیں اس صورت میں اور زندگیوں اور اُن کے مختلف واقعات سے جو سبق ہمیں لینے چاہیئے اُن کی نوبت نہیں آتی یہ تمام باتیں ایسی ضروری ہیں جنہیں ہمیں سوانح عمریوں پہ ریویو کرنے کے وقت یاد رکھنا چاہیئے۔

خموش حافظ و ایں نکتہ ہائے چوں زر سرخ
نگاہ دار کہ قلّاب شہر صراف است

جس سوانح عمری کا نام عنوان میں لکھا گیا ہے وہ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کی سوانح عمری ہے جو جلد اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے وہ پہلی جلد ہے یہ جلد اول بہ فضل خدائے کریم مولوی صاحب کی زندگی ہی میں لکھی گئی ہے ہمیں حضرت اکبر نجیب آبادی کا بدل مشکور ہونا چاہیئے کہ اُن کی بدولت یہ بے بہا سوانح عمری ہمارے ہاتھوں میں پھر رہی ہے مولوی نورالدین صاحب کے

انٹروڈیوس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ایک عرصہ دراز سے اپنی بعض خصوصیات علمی۔طبی۔مذہبی اتقار کی وجہ سے کافی سے بھی زیادہ شہرت حاصل کر چکے ہیں بلکہ یہ کہ اُن کی شہرت اُن کے نام سے ایک ممتاز شہرت کا درجہ رکھتی ہے۔

ایسی ہی زندگیاں اپنے مختلف واقعات میں مختلف جذبات اور تصرفات رکھتی ہیں اگر ہم چشم انصاف سے دیکھیں گے تو یہ ماننا پڑیگا کہ اکثر مشاہیر اسلام کی زندگیاں اس نمونہ کی تھیں۔جن پر ہمیں بہت کچھ فخر اور ناز ہے۔ ۵

جاں پرور است قصۂ ارباب معرفت ٭ رمزے برو بہ پرس و حدیثے بیا بگو

سوانح عمری زیر ریویو میں صفحہ ۳۰ سے ۵۳ تک مولوی صاحب کے عقاید کا خاکہ کھینچا گیا ہے ہمارا یہ کام نہیں کہ عقائد کی نسبت فروعی بحث کریں اصولی رنگ میں ناظرین بانصاف فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اُن کے عقائد باوجود احمدی کہلانے کے اسلاف اور مشاہیر اسلام سے کہاں تک ملتے ہیں اگر بعض امور میں اعتقادی اور اجتہادی تفاوت ہے تو اُسی حد تک ہے جتنا اور مشاہیر اسلام کے عقائد میں پایا جاتا یا زیر بحث چلا آتا ہے فروعی اجتہادات کی رُو ہم کبھی بند نہیں کر سکتے اصولی عقائد کی اہم ضرورت ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد فروعات پر نہیں ہے بلکہ اصول پر۔ ۵۵ صفحہ سے لیکر ۱۴۱ صفحہ تک ولادت عنفوان شباب سیاحت طالب علمی تعلیم۔سفر مکہ و مدینہ حج وغیرہ وغیرہ کے حالات قلم بند ہوئے ہیں ان حالات یا ان کیفیات کے پڑھنے سے پڑھنے والے پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی اور عجیب نکات سے آشنا ہونے کا موقعہ ملتا ہے پڑھنے کے بعد یہ کہنا ہی پڑیگا کہ علامہ نورالدین کی فطرت شروع ہی سے ایک انوکھا یا نرالا ڈھنگ یا سماں رکھتی تھی طالب علمی کے زمانہ ہی میں مولوی صاحب کی طبیعت میں غیرت دینی محبت رسول اکرم عزم راست گوئی صاف بیانی جرأت کا پایا جانا زندہ دلیل اس امر کی ہے کہ قدرت نے اُن کا وجود خاص اغراض اور خاص مقاصد کے تابع بنایا تھا اُن سے وہ کام لینے تھے جو خواص ہی سے لیئے جاتے ہیں رام پور اور لکھنؤ کے سفر اثناء میں مولوی صاحب نے ساتھیوں سے یہ ٹھہرالیا کہ اسلامی شعائر کے مطابق سفر میں ضرور ایک امیر قافلہ ہونا چاہیئے یہ وہ تجویز اور وہ خیال تھا جو انضباط افراد مختلفہ کے واسطے ایک تمدنی گُر ہے مسلمانوں نے جب سے یہ روش چھوڑی اُنکی امارت اور تمکنت میں قریباً فرق ہی آتا گیا جب طب پڑھنے کے

واسطے حکیم علی حسین صاحب کے پاس شہر لکھنؤ میں گئے تو ایک معترض کی نکتہ چینی پر اس جرأت اور اس صفائی سے ایسا خوش آیند اور مسکت جواب دیا۔ جو اسلام کی تعلیم کا ایک جوہر بے بہا یا صرف اُسی کا خاصہ ہے ہمیشہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اسلام میں جسقدر جذب اور جس حد تک مساوات ہے وہ کسی اور مشرب یا مذہب میں نہیں ہے مولوی صاحب نے عملی رنگ میں اسکے ثبوت میں کمال ہی کیا کس خوبصورتی سے فرمایا۔ "یہ بے تکلفیاں اور السلام علیکم کی بے تکلف آوازوادی غیر ذی زرع کے اُمّی اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمّی"۔

یہ وہ جواب تھا جو ہزاروں دلائل اور صدہا براہین پر ایک عالمانہ زندگی کے رنگ میں برتری اور فوقیت رکھتا ہے یہ وہ جواب تھا جو ہر مُنہ سے نہیں نکل سکتا۔ یہ وہ الفاظ تھے جنہیں اسلامی جوش بھرا ہوا تھا اس پُرجوش پُرصداقت جواب سے ثابت ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے باوجود فرق مراتب اور حالات ہم سرانہ یا آزادانہ گفتگو کرنے کی رُوح کہاں تک رکھتا ہے جو جذب اور مساوات کا ایک پہلا زینہ ہے روشن دل حکیم اس روشن فقرہ کے سننے سے وجد ہی میں تو آ گئے ایک طالب علم وہ بھی صدہا کوس کا مسافر اور یہ جرأت اللہ اللہ اسلامی تعلیم کی کیسی اعلیٰ شان ہے یہ روشن فقرہ اُس جرأت حوصلہ اور عزم کا اثر تھا جو اسلام کی مقدس تعلیم سے اُن کی پاک طبیعت میں شروع ہی سے منقوش ہو چکا تھا اور جو کبھی بھی جھلک مارنے سے نہیں رُک سکتا تھا۔ ؎

ما آبروئے فقر و قناعت نمے بریم ❊ با پادشہ بگو کہ روزی مقدر است

اس عزم اور اس جرأت کے ساتھ بھی حکیم صاحب کو خدا پر جو اعتماد تھا اور دعا کی فلسفی جس رنگ میں اُن کے ذہن نشین تھی وہ ثابت کرتی ہے کہ اُن کی گھٹی ہی میں یہ باتیں رکھی گئی تھیں مختلف مواقع پر اُنہیں اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ثمرہ اُٹھانا پڑا ہے اور اس جرأت سے اُس کا اعلان اور اظہار کیا جاتا رہا ہے کہ کوئی کوئی ہی کر سکتا ہے طالب علمی ہی میں اُن کا یہ خیال یا عقیدہ تھا کہ جب ہم قرآن مجید کو سمجھ سکتے ہیں تو اور علوم کیا ہیں یہی ہمّت اُنہیں بہت سی مشکلات سے نکال کر لے گئی اور اُستادوں کو بھی اُن کی ذہانت اور محنت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اُن کی اس ہمت نے آپ کی اکثر موقعوں پر بہت کچھ مدد بھی کی اور اُن کی پارسایانہ زندگی ہمتوں کے واسطے ایک نظیر ہو گئی

جب کبھی اُن کی کسی نے مخالفت کی تو خداوند کریم نے اُن کی مدد اور فتح کے واسطے غیب ہی سے سامان مہیا کر دیئے دیکھو رام پور میں عبدالقادر خاں اور کلّن خاں کے درمیان کیا کچھ گذرا اور کلّن خاں کس طرح ایک مسافر طالب علم کا حامی بن گیا اور کس ہمت اور استقلال سے نوردین کی کلّن خاں نے مدد کی اور اخیر تک کیسا مستقل رہا۔

نوردین کا یہ استقلال اور حمیت یا غیرت مکتبوں ہی تک نہ رہی بلکہ راجوں اور نوابوں کے درباروں میں بھی اُس کے یہی دم وخم رہے مہاراجہ کشمیر کے روبروئے نذر دکھاتے جو استقامت جو حوصلہ نوردین نے دکھایا وہ کوئی کوئی ہی دکھلا سکنے کا دل وگردہ رکھتا ہے یہ اسی راستبازی اور استقامت کا نتیجہ تھا کہ خدا اُن کی وقت پر مدد کرتا رہا۔

رام پور میں ایک بیمار زیر علاج کے ناگہانی حادثہ نے جس کش مکش میں مولوی صاحب کو ڈالا اُنکی ہمت اور اُن کا استقلال اور خدا پر توکل اُنہیں اس مخمصہ میں سے کس خوبصورتی سے نکال لے گیا ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں ایسے وقتوں یا ایسی حالتوں میں قائم رہنا سوائے اسکے نہیں ہو سکتا کہ خدا پر پورا بھروسہ اور یقین ہو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ استقامت اور بھروسہ اور بھی کرتے ہیں لیکن جو استقامت اور بھروسہ خدائی رنگ رکھتا ہو وہ کچھ اور ہی ہے۔ مکّہ اور مدینہ کا سفر جس عقیدت سے مولوی صاحب نے کیا ہے وہ اُن کے حُسن عقیدت پر ایک نیک شہادت ہے جس شخص کے دل ودماغ میں نام کو بھی فریب دِہ فلسفہ کا غبار ہوتا ہے وہ سو سو باتیں نکالتا ہے مولوی صاحب ایسا حکیم مزاج انسان جس عجز ونیاز سے باب سلام پر جھکتا ہے وہ اللہ ہی کا فضل وکرم ہے باوجود اس عقیدت کے بھی مولوی صاحب کی نظروں میں جو باتیں قابل جرح قدح معلوم ہوئیں اُنپر نوٹس لینے سے اخیر تک نہیں چوکے جب دوسری مرتبہ مکّہ میں جاکر ایک عرب کو ننگے نہاتے دیکھا تو ٹوک ہی دیا مذہب میں فضول اور تکلیف دِہ بحثیں جب کبھی سُنیں اُن سے نہ رہا گیا مولوی صاحب کی کشادہ دلی اور حق پسندی ہمیشہ اُنہیں کامیاب بناتی رہی وہ باوجود اسقدر پابند مذہب ہونے کے بھی کشادہ دل رہے اُن کے مباحثات نے کبھی بھی مجادلانہ رنگ اختیار نہیں کیا لطیفوں ہی میں وعظ ورشد کی لطیف راہ نکالتے رہے بڑے بڑے سخت دل باحث بھی حکمت نما بحث سے اُن کا لوہا مان گئے۔

مکہ جانیوالے اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکہ والوں میں اُلفت اور محبت نہیں مولوی صاحب نے کیا عمدہ نتیجہ نکالا ہے فرماتے ہیں جب ہر سال نئے حاجی آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اُن سے مکہ والوں کی محبت اور راہ ورسم کیا ہو چونکہ وہاں خدائی محبت کا زور ہے اسواسطے انسانی محبت قدم نہیں جماسکتی سچ ہے ایسے گھمسان میں کوئی کسی سے محبت کیا کرے پھر اُن لوگوں سے جو مختلف ملکوں کے رہنے والے اور بھانت بھانت بولیاں بولنے والے ہوں۔ اسحالتمیں تو واقفیت بھی مشکل ہو سکتی ہے اگر کوئی کٹھرین میں اُترنے کے بعد کوئی کسی کا واقف اور روشناس بھی نہیں رہتا اور آپسمیں مسافر محبت نہیں کرتے تو اُس کی بھی وہی صورت ہو گی جو سفر مکہ کی ہے طبیعت میں استقامت اور عزم اسقدر ہے جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ بھیرہ میں کیٹی کے حدود میں مکان بنانے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی ملاقات کی کیفیت استقامت اور بھروسہ خدا کا ایک زندہ نمونہ ہے اور اُس پر صحیح عزم دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ پھل بھی کیسا ملتا رہا ہے۔

ہر دم چو بے وفایاں نہ تواں گرفت یارے
مائیم و آستانش تا جاں ز تن بر آید

اگر اس قسم کے واقعات اور تصرفات کو کم سے کم شرح صدر اور عزم ہی کہو تو وہ بھی اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اعتراف احسان شکریہ اظہار حق اعتراف حسنات سے طبیعت مخمر ہے جسکے ساتھ کشادہ دلی گذر اور ہی رنگ پیدا کرتا ہے تھوڑی سی نیکی اور احسان بھی اعتراف اور شکریہ کے بغیر نہیں رہا بڑی بڑی باتوں کا تو ذکر ہی کیا اور پھر لطف یہ ہے کہ احسان اور نیکی کو ہمیشہ بحیثیت احسان اور نیکی کے تسلیم کیا جاتا ہے مذہب اور قومیت کا شائبہ بھی نہیں اغیار کے صفات حسنہ اور احسان و مروت کو جس کشادہ دلی سے مانا ہے وہ ایک بڑے وسیع الظرف دل و دماغ کا ثبوت دیتا ہے ملک فتح خاں پادری گوکل ناتھ اور بعض ہندو و آریہ دوستوں کی خوبیوں اور حسنات کا جن الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے وہ مولویصاحب کی کشادہ دلی پر ایک زندہ نظیر ہے یہ وہ زندہ دلی ہے جو اسلام ہر مسلمان کو سکھاتا ہے غیروں اور دیگروں کی خوبیوں کا

اسی رنگ میں تسلیم اور تصدیق کرنا بڑی خوبی اور بڑی جوانمردی کا کام ہے یکم فروری ۱۹۱۴ء کا ذکر
ہے کہ مینے مولوی صاحب کی خدمت میں مولوی محرم علی چشتی صاحب کا السلام علیکم کہا بہت خوش
ہوئے اور فرمایا کہ چشتی میرے دیرینہ دوست ہیں وہ بڑی خوبیوں کے انسان ہیں اُن میں تین باتیں
خاص ہیں اور مَیں اُن کی بڑی قدر کرتا ہوں۔

(الف) اخفائے راز یا حفظ اسرار۔ (ب) محبت و ہمدردی صادق۔ (ج) استقلال۔

یہ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب اور چشتی صاحب کے عقاید فروعی یا اجتہادی میں ایک حد تک اختلاف ہے
باوجود ان اختلافات کے بھی مولوی صاحب کا اس وسعتِ قلبی اور اس کشادہ دلی سے چشتی صاحب
کی ان خوبیوں کا اعتراف جو واقعی اُنکی ذات میں پائی جاتی ہیں اُن کی روشن دماغی پر ایک عملی دلیل ہے
اور اس بات کا سبق کہ اسی روشن دماغی اور کشادہ دلی سے ہم سب کو پیش آنا چاہیئے۔ جیسے اور انسان
ابتلاء اور تکلیف میں پڑتے ہیں ایسے ہی مولوی صاحب بھی مبتلا ہوتے رہے ہیں کبھی کسی تکلیف میں
پڑے اور کبھی کسی میں کبھی قرضہ کی وجہ سے حیرانگی ہوئی کبھی دشمنوں نے گھیرا اور کبھی مار دینے کی
خبریں اُڑیں یا اُڑائی گئیں ان حالات میں بھی مولوی صاحب نے حوصلہ نہیں ہارا وہی آن بان رہی جو
تھی غیرت اور حمیت سے جو بھر بھی نہ سرکے۔ ہمیشہ خدا ہی کا بھروسہ رہا۔

؎ مسلماناں مرا وقتے دلے بود
کہ با وے گفتمے گر مشکلے بود

جب پہلے سفر کے وقت ۱۲ سو قرضہ ہو گیا دل چل نکلے پانچ سو روپیہ ملنے پر دل میں یہ آیا کہ رقم
پوری نہیں آئی ابھی وہاں جاتا ہے جہاں یہ کمی پوری ہو گی بھیرہ میں تحصیل دار کو جب پچھاڑا
کھائی ایک بڑی کثیر جماعت میں جب جموں سے حکماً استعفا لیا گیا ایک مہاجن نے جو کچھ کہا
اور جو کچھ کہتا تھا اُسکے اعادہ سے طبیعت جس استقلال جس ہمت میں اور جس توکل پر رہی
باوجودیکہ اُس شہر میں ہزاروں روپیہ قرضہ بھی دینا تھا وہ اُس استقلال اور توکل کا عملی ثبوت
ہے جو بعض طبائع ہی رکھتی ہیں۔ یہ نورالدین کی ہمت نہ تھی بلکہ اُس توکل اُس خدا پرستی کا اثر جو
نورالدین کی فطرت عالیہ میں مودعہ ہے۔ نورالدین باتیں نہیں کرتا بلکہ عمل بھی کر کے دکھاتا ہے
اُس کی پاک فطرت میں جوہر عمل رکھا گیا ہے ؎

سخن عشق نہ آن است کہ آید بزبان ❊ ساقیا مے دہ و کوتاہ کن این گفت و شنود

چونکہ تدین اور تبحر کے ساتھ طبیعت فلسفی رنگ میں بھی ڈوبی ہوئی ہے اسواسطے بعض وقت وعظ و نصیحت میں اس قسم کے نکات فاضلہ سے کام لیا گیا ہے کہ منصف طبائع عش عش کر اٹھتی ہیں۔ وزیر لعل دین کے مکان پر جاکر جس پیرایہ میں نصیحت کی اور جس جرأت کے ساتھ۔ وہ خاص طبائع کا ہی حصہ ہو سکتا ہے کیا جامع نکتہ بیان ہوا ہے کہ ہر شخص کے واسطے اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی واعظ موجود ہوتا ہے اگر ایک امیر کے گھر کے پاس کسی دوسرے امیر کا اجڑا ہوا گھر موجود ہے تو موجودہ امیر کے واسطے اُس کا نظارہ بھی ایک واعظ ہی ہے کیا دل ہلا دینے والا نکتہ اور مسکت استدلال ہے اگر اسی پر انسان دھیان رکھے تو چند در چند منہیات سے باز رہ سکتا ہے۔

چہ فرصت ہا کہ گم کردم دریں راہ
ز بخت خواب ناک غافل خویش

راست گوئی میں مولوی صاحب کی طبیعت بالکل نڈر واقعہ ہوئی ہے اور اب تک اُسی پیمانہ پر چلی جاتی ہے باوجودیکہ ضعف و ناتوانی نے جسم میں گھر کر لیا ہے مگر روح اور حوصلہ ناتوان اور ضعیف نہیں ہوا ہے اُسی آن بان میں ہے صداقت کے اظہار میں صداقت ہی سے صادقانہ کام لیا جاتا ہے کشمیر میں دیوان لچھمن داس صاحب ایسے جری افسر کو پشتونیوں کی دست برد سے جس ہمت اور جس حوصلہ سے روکا وہ مولوی صاحب کی جرأت کی ایک زندہ مثال ہے۔ اسی طرح صدہا امیروں۔ نوابوں اور راجوں سے یہ جرأت و ہمت خطاب اور سلوک رہا۔

صفحہ ۱۷۰ سے صفحہ ۲۶۹ تک عطر مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ یا یہ گلدستہ واقعی عطر بیز یا عطر فشاں ہے اور یہ مجموعہ نادرات اُن ہی الفاظ میں قلمبند ہوا ہے جو خود مولوی صاحب کی اپنی زبان کے ہیں۔ اس مجموعہ میں ناظرین کو بیسیوں ایسی باتیں ملیں گی جو بڑے بڑے حکیموں اور فلاسفروں کے حصہ میں بھی بمشکل آئی ہیں یہ گراں بہا نکات یا قیمتی باتیں چند لفظوں میں بیان کر دی گئی ہیں ایسے روپ میں کہ غبی سے غبی طبیعت اور متعصب سے متعصب انسان بھی اثر کے بغیر نہیں رہ سکتا یہ باتیں اور یہ نکات مشاہداتی ہی نہیں ہیں بلکہ تجربی بھی فلسفی ہی نہیں ہیں بلکہ روحانی بھی - اخلاقی ہی نہیں بلکہ تمدنی بھی تمدنی ہی نہیں ہیں بلکہ سوشل اور سیاسی بھی ان نکات سے کیا کھلتا ہے؟

،، مولوی صاحب کی زود رسی - توکل - خدا پر اعلیٰ بھروسہ تدیّن -

،، ذہانت -

،، حاضر جوابی -

،، موقعہ شناسی -

،، حسن جواب حسن تبلیغ -

،، کشادہ دلی -

،، وسعت قلبی -

یہ وہ باتیں اور یہ وہ نکات ہیں جو بعض ہی کا حصہ ہوتے ہیں ع

ایں سعادت بزور بازو نیست

اس عطر مجموعہ سے ناظرین مندرجہ ذیل باتیں خصوصیت سے دیکھ سکتے ہیں کہ ان میں مولوی صاحب کی روش کیا رہی ہے -

(الف) اہل خاندان کے ساتھ - (ب) اہل دعیال کے ساتھ (ج) اپنے شباب کے ساتھ (د) احباب کے ساتھ - (ھ) اہل وطن کے ساتھ -

ان شعبوں میں آپ کو بہت سی اس مجموعہ میں سے ایسی باتیں ملیں گی جو ملکی اور قومی حمیت غیرت اور دور اندیشی کے گر ہوں گے ساتھ ہی اس کے آپ کو یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ مولوی صاحب کی پاک طبیعت بناوٹ تصنع فریب دہی خوشامد معیوب وجاہت جاہ طلبی خود غرضی خود پسندی سے کہاں تک ناخر رہی ہے اور نافر ہے - اور خدا کا فضل وکرم یہ ہے کہ وہی روش اب تک بھی چلی جاتی ہے علم دوستی علم پروری علم ٹروہی میں گویا اُن کی طبیعت اور اُن کا مذاق اپنی آپ ہی نظیر ہے ہزاروں روپے کا کتب خانہ اُن کی اپنی ہی خرید ہے اور اب تک وہ سلسلہ جاری ہے اور دوسری طرف کھانے پینے اور لباس کا یہ حال ہے کہ دیکھنے سے کوئی اجنبی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی نور دین ہے جو زمانہ بھر میں شہرت رکھتا ہے - اُن کی بیرونی وجاہت اندرونی وجاہت اور اندرونی عظمت اور علو شان کا عکس ہے کیونکہ باایں حالات رعب اور وہی شان لیئے ہوئے ہے ایک طرف احسان پروری کی کوئی حد نہیں اور دوسری جانب احسان فراموشی اور احسان خواہی

سے طبیعت کوسوں بھاگتی ہے یہ بات کسی نمائش کی غرض سے نہیں بلکہ طبیعت بھی مستغنی واقع ہوئی ہے اور یہ کہ کوئی دوسرا کیوں تکلیف میں پڑے ۔ بے مورخہ نادرد ایک رقعہ مجھے لکھتے ہیں جس کی میں ذیل میں نقل دیتا ہوں ۔

مکرم معظم مرزا

یہ کتاب خاکسار نے مرزا محمود احمد سے لیکر کسی ملا کو دی اس نے وہ غیر ناقص کتاب گم کر دی اب مجھے محمود احمد سے حجاب آتا ہے اُن کی کتاب کیوں گم ہوئی ۔ لکھنؤ کان پور دہلی میں بہت جستجو کی مگر عمدہ بے نقص کتاب نہیں ملی بہاولپور میں شائد اس کا نسخہ مل سکے عہ روپے تک میں دے سکتا ہوں ۔ آپ لاہور میں سید نادر شاہ کیو باسٹیشنر سے پتہ لگائیں کتاب بے نقص ملجائے

(نورالدین)

جس کتاب تہذیب النحو کا رقعہ بالا میں ذکر کیا گیا ہے وہ حجم میں ۱۴۰ صفحے کی ہے میری رائے میں از حد ۲ ر سے اسکی قیمت زیادہ نہیں ہے جس کے بدلہ میں مولویصاحب عہ روپیہ تک بلا خرید لینا چاہتے ہیں تاکہ میاں محمود صاحب کو واپس دیجائے اللہ اللہ کیسی آزاد کیسی غیرت پسند کیسی پُر حق کیسی خیر جو طبیعت واقعہ ہوئی ہے ۔ اس رقعہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں ایسے شخص کی سوانح عمری دیکھوں ۔ ایک فلاسفر کا قول ہے کہ بعض اوقات معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتیں اور چھوٹے چھوٹے واقعات ہی بڑی بڑی باتوں اور بڑے بڑے واقعات کی راہ دکھاتے ہیں ۔ فتدبر ۔

مشکل سے ایسے لوگوں کے ایسے افعال اور ضبط افعال کو کوئی خود غرضانہ نکتہ چینی سی بدنام کر سکتا ہے اگرچہ نورِ دین بھی انسان ہے اور انسانوں ہی میں سے ہے مگر اُن انسانوں میں سے جو جامہ انسانیت رکھتے ہیں یا جو انسانیت شناس اور انسانیت کے دلدادہ ہیں ۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بین
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

۲ ۔ فروری ۱۹۱۴ء کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہمارے بعد ہماری اولاد کی امداد چندوں ۔ زکوٰۃ ۔ اور صدقات سے نہ کی جائے جس طرح

میرا حامی خود خدا رہا ہے اسی طرح میری اولاد اور میرے وابستہ گان کا بھی رہے گا۔

یہ وہ بات وہ توکل وہ بھروسہ اور وہ قربانی ہے جو ہر کسی سے نہیں ہو سکتی یہ وہ دردناک اور نتیجہ خیز حکایت ہے جو ہر کوئی نہیں سنا سکتا یا ہر مُنہ اس قابل نہیں خدا پر بھروسہ اور توکل ہو تو ایسا ہی ہو یہی شعائر اسلام اور روش مشاہیر اسلام ہے ایسے ہی لوگ عملی رنگ میں اسلام کے واسطے ارکان عزم اور اصحاب ارادہ ہیں۔

روز نخست چوں دم رندی زدیم و عشق
شرط آں بود کہ جز رہ ایں شیوہ نسپریم

ادھر یہ صورت اور ادھر یہ کہ اگر کوئی اپنی کمزوری بھی ہے تو چھپائی تک نہیں عطر مجموعہ کے حصہ میں دیکھ لوگے کہ جب کوئی وسوسہ خطیر خاطر ہُوا یا کوئی اور ایسی ہی صورت پیش آئی ہے تو اُس کا بھی ذکر کر ہی دیا گیا ہے۔

صوفیائے کرام اور حضرات اولیائے عظام کی خدمت میں جو کچھ عقیدت ہے اُس کا ہر رنگ میں اعتراف ہے چار مشاہیر اسلام سے بیعت ہے اور چاروں سے اب تک وہی عقیدت ہے اور اُسی ادب و عزت سے اُن کا ذکر کیا جاتا ہے جو شروع میں تھا ایک وہ لوگ بھی ہیں جو ایک پیر کے چھوڑنے یا مرنے پر اُس کی نسبت عقیدت رکھنا تو درکنار ادب سے نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔

سوچنے والے سوچیں کہ مولوی صاحب کو بزرگانِ دین سے کہاں تک عقیدت اور محبت ہے اور مختلف انساب صوفیائے عظام سے اُنہیں کیسی اعلیٰ نسبت ہے اسی حسن عقیدت کا یہ اثر اور یہ نتیجہ ہے کہ خود مولویصاحب بھی اُسی سلسلہ عظام سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء

ز محرماں سراپردۂ وصال شوم
ز بندگان خداوندگار خود باشم

حیوۃ نورالدین کی قیمت عہ ہے ہماری رائے میں ہر مذاق کا آدمی ایسی

سوانح عمریوں سے ایک مبلغ فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ اس میں بہت سی باتیں ایسی بیان ہوئی ہیں جو ہر صحیح مذاق کے مطابق ہیں اور جن سے نہایت کشادہ دلی اور اتفاق کی مثالیں ملتی ہیں۔ جہاں سے عمدگی اور خوبی مل سکتی ہے وہ ہمیں لینی چاہیئے صداقت کا میدان بہت وسیع ہے صداقت کسی کی ملکیت نہیں ہر شخص کا حق ہے۔

خلقے زبان بہ دعوئے عشقش کشادہ اند
اے من غلام آن کہ دلش با زبان یکے است

تمام دنیا اسلام کی طرف آرہی ہے

(ترجمہ مضمون ڈاکٹر اے جارج بیکر۔ شہر فلیڈلفیا۔ اضلاع متحدہ۔ امریکہ)

آج تمام دنیا ایک بڑے شہر کی طرح ہے۔ چھاپہ اور بجلی نے تمام دنیا کے لوگوں کو ایک دوسرے سے ایسا قریب کر دیا ہے کہ گویا وہ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ بڑے بڑے واقعات جو ہندوستان۔ سیام۔ جاپان۔ روس۔ عرب۔ مصر یا امریکہ میں آج واقع ہوئے ہیں۔ وہ ... تار برقی اور اخبارات کے ذریعہ ۲۴ گھنٹہ کے اندر کل دنیا میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ اور یہی امر ایک ایسی چیز ہے جس نے تمام قوموں میں خواہ وہ کسی مذہب کی پیرو ہوں ایک قسم کی اخوت اور رشتہ داری کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ ہاں صرف ایک قوم ہے جو یہ خیال کرتی ہے کہ تمام دوسری قومیں اس کے ماتحت ہونی چاہئیں اور وہ مسیحیوں کی قوم ہے۔ ستمبر ۱۹۱۰ء میں گلاسگو وگیلو دے (سکاٹلینڈ) کے بشپ نے ایک جماعت کو مخاطب کر کے مندرجہ ذیل تقریر کی:۔

"مغربی لوگوں کو دوسری قوموں کی نسبت زیادہ اس امر کے سیکھنے کی ضرورت ہے کہ یہودیوں۔ مسلمانوں اور دیگر غیر مسیحی قوموں سے بہت سی ایسی چیزیں وہ حاصل کر سکتے ہیں جو اُن کی تکمیل کے لیئے ضروری ہیں۔ مغربی لوگ اپنے دنیاوی کاروبار کے لیئے راتھ شائلڈ یہودی کو اپنا ساہوکار اور ڈسرائیلی یہودی کو اپنا وزیر اعظم بنانے کے لیئے تو تیار ہیں۔ لیکن وہ یہودیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیئے تیار نہیں۔

"اگر مغرب کا کوئی انسان مشرقی ممالک میں سیاحت کے لئے جاتا ہے تو وہ اسلام کے پیروؤں کی تعریف کرنے کے لئے تیار ہے مگر خود اُس کو اُن چیزوں سے جن کے لئے وہ مسلمانوں کی تعریف کرتا ہے کوئی سروکار نہیں وہ یہ دیکھکر بہت خوش ہوتا ہے کہ مسلمان باقاعدہ اپنے ربّ کی عبادت کرتے ہیں اور جب عبادت کا وقت آجاتا ہے تو خواہ وہ کسی جگہ ہوں اپنی نماز کو ادا کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھکر خوش تو ہوتا ہے اور اسے پسند کرتا ہے مگر وہ یہ امر صرف دوسروں کے لئے پسند کرتا ہے۔ اور اُسے یہ کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ اس امر میں اُسکو مسلمانوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ وہ خود اپنے تئیں ان باتوں سے بلند تر سمجھتا ہے۔ وہ جب مسلمانوں کی مذہبی سرگرمی کو دیکھتا ہے تو اُن کی مدح میں رطب اللسان ہوتا ہے اور جب وہ مسلمانوں کو باقاعدگی کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتا ہوا دیکھتا ہے تو اُس کا دل اُن کی مدح سے بھر جاتا ہے مگر خود وہ کبھی ایک وقت کا کھانا بھی ترک نہیں کرتا۔ اور مسلمانوں کے اس فعل سے کبھی اُس کے دل میں یہ تحریک پیدا نہیں ہوتی ہے کہ وہ خود بھی اپنے مذہب کے مطابق لینٹ کے چالیس دن روزے رکھے۔

"مغربی لوگ غیر مسیحی قوموں کی صفات کی بہت زور سے تعریف کرتے ہیں اور اُن کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ مسیحی مشنریوں کے اثر کے نیچے آجاتے ہیں تو پھر ان کی یہ صفات حمیدہ جاتی رہتی ہیں اور وہ بگڑ جاتے ہیں اور وہ پھر اس قابل نہیں رہتے کہ اُنکو ملازم رکھا جائے مگر ساتھ ہی اسکے اُن کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ دیسیوں کو اپنے نمونے کے مطابق مہذب بنایا جائے۔ (حالانکہ اسی تہذیب کی وجہ سے انگلستان اور امریکہ کے شہروں میں گندے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں) مگر مغربی انسان کے دل پر اسقدر پردے پڑے ہوئے ہیں کہ یہ خیال اُسکے دل میں کبھی نہیں گذرتا کہ یہ صفات حمیدہ اُس کو غیر مسیحی اقوام سے حاصل کرنی چاہیئیں۔ ایک مغربی آدمی افریقہ کے حبشی کے پاس جاتا ہے (اور اُسکے جانے کی یہ غرض نہیں ہوتی کہ اُسکو اپنا بھائی بنائے بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ اُسکو اپنا غلام بنائے) اور اُسے کہتا ہے "تم ایک غریب جاہل کالے آدمی ہو جو وحشت کی تاریکی میں پھنسے ہوئے ہو۔ آؤ۔ مہذب بنجاؤ" یہ غریب حبشی پہلے تو ایسا نادان تھا کہ اپنے قبیلہ کے فائدہ کو اپنے ذاتی فائدہ پر مقدم رکھتا تھا اور انگریزی بولنے والا

گورا آدمی اُس کو تہذیب کا پہلا سبق سکھانا شروع کرتا ہے یعنی یہ کہ ایک کے عدد کو ہمیشہ مدِ نظر رکھو۔ خود غرضی کے عالیشان اصل الاصول کو یاد رکھو۔ اُس غریب حبشی کو پہلے یہ تعلیم دیگئی تھی کہ جب تک اُس کے قبیلہ کا سردار اجازت نہ دے وہ لقمہ مُنہ میں نہ ڈالے۔ لیکن مغربی تہذیب یافتہ مسیحی اُسکو سمجھاتا ہے "میرے غریب نادان دوست۔ تیری سادگی پر مجھے تعجب آتا ہے۔ اور تیری جہالت کو دیکھکر مجھے سخت حیرت ہوتی ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ہر ایک عقلمند مسیحی اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنا مال فروخت کرے۔ مسٹر چسٹرٹن جو ینگ مینز کرسچن اسوسی ایشن۔ امریکہ کا ایک ممبر ہے کہتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ساتھی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

"ایک اور بات جو مغربی لوگوں کو سیکھنی چاہیئے یہ ہے کہ خدا نے زمین کی تمام قوموں کو ایک ہی خون سے پیدا کیا ہے۔ ہم نے ابھی یہ بات سیکھنی ہے کہ مسلمانوں۔ یہودیوں اور دوسری غیر مسیحی قوموں کے پاس بھی ایسے ہدیے ہیں جو الٰہی خزانے میں قبول کیئے جانے کے قابل ہیں۔ مثلاً ایک حبشی بچہ کو خدائے تعالٰی کی ہستی پر اس قسم کا گہرا ایمان ہے جو ایک انگریز کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں سے ہم یہ سبق سیکھ سکتے ہیں کہ اُن کے ایمان کا اثر اُن کے فعلوں اور اُن کی روزانہ زندگی میں ظاہر ہوتا ہے اور اُن کی تعلیم کا اثر اُن کی عملی زندگی میں نظر آتا ہے اور خدائے تعالٰی کی مالکیت پر اُن کو ایک زندہ ایمان ہوتا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسلام نے اُن میں ایک اخوت کی روح پھونک دی ہے اور اسلام کے رُو سے تمام انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔"

یاد رہے کہ جس تقریر کا اقتباس مَیں نے اوپر درج کیا ہے وہ ایک ایسے مجمع میں کی گئی تھی جس میں دنیا کے تمام حصوں کے مشنری موجود تھے۔ اور بشپ موصوف کی جرأت بے شک قابل داد ہے کہ اُنہوں نے مسلمانوں کے مضبوط ایمان۔ اُن کی عالمگیر اخوت۔ اُن کی پاک عملی زندگی۔ اُنکی شرافت اور اُن کے چال چلن کے بارہ میں سچی سچی شہادت دے دی اور کسی کی پرواہ نہیں کی۔ اور اُس نے مسلمانوں کے نیک نمونہ کو مسیحیوں کے آگے ایک ایسے آئینہ کی طرح پیش کیا جس میں وہ اپنے نقص اور اپنے عیوب دیکھ سکیں ۔

مسیحی لوگ تثلیث کو ترک کر رہے ہیں

اب ایک ایسا زمانہ ہے جس میں تمام قوموں کی کتابوں اور تاریخ کا اہل علم لوگ غور سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اور مسیحی مشنریوں نے جو جو دھوکے دیئے تھے وہ اب سب طشت از بام ہو رہے ہیں اور انکے سارے فریب اب کھل رہے ہیں اور اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بہت سے عقلمند انسانوں نے مسیحی عقائد کو ترک کر دیا ہے۔ اضلاع متحدہ میں ایک بہت بڑا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو اپنے تئیں موحد کہتے ہیں۔ یعنی وہ ایک خدا کو مانتے ہیں اور تثلیث کے عقیدہ کے دشمن ہیں۔ وہ حضرت مسیح کو صرف ایک عظیم الشان نبی اور نیک انسان سمجھتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ ہمارا سابق پریسیڈنٹ مسٹر ٹیفٹ بھی اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے واشنگٹن میں اس موحد جماعت کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا "مجھے ہمیشہ اس بات پر تعجب آتا ہے کہ کیوں تمام دنیا موحد نہیں بنتی۔ مگر میں یہ دیکھتا ہوں کہ تمام دنیا اس عقیدہ کی طرف آ رہی ہے" موحد مسیحی۔ مسیح کو صرف ایک انسان سمجھتے ہیں۔ وہ موروثی گناہ۔ اور مسیحیت کے اس حصہ کے منکر ہیں جس کا تعلق معجزات سے ہے۔ دوسرے مسیحی فرقوں میں بھی کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو موحدانہ اعتقادات رکھتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے پرانے تعلقات کو توڑنا پسند نہیں کرتے۔ اسلیئے پریسیڈنٹ ٹیفٹ کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ "بڑی شکایت یہ ہے کہ دوسرے گرجاؤں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے اعتقادات ہماری طرح موحدانہ ہیں۔ لیکن وہ ہمارے گرجے میں نہیں آتے۔ لیکن اس سے یہ امید پڑتی ہے کہ آخر وہ ایک دن ہمارے ساتھ شامل ہو جاوینگے" ہمیں بہت قوی امید ہے کہ پریسیڈنٹ ٹیفٹ کا یہ کہنا صحیح ثابت ہوگا۔

مسیحیت کا زوال

چارلس ایلیٹ پریسیڈنٹ ہارورڈ یونیورسٹی اپنی کتاب "آئندہ کا مذہب" میں لکھتا ہے کہ آئندہ دنیا کا جو مذہب ہوگا اس میں کسی پوپ یا بادشاہ کی تقلید نہ ہوگی آنیوالے مذہب میں صحیفۂ فطرت کی کسی چیز کو خدا نہیں بنایا جائے گا۔ اور کسی انسان کو خواہ وہ کیسا ہی عالیشان کیوں نہ ہو الوہیت کا لباس نہیں پہنایا جائے گا۔

پھر وہ مسیحیت کے بڑھتے ہوئے ضعف کی طرف اشارہ کر کے لکھتا ہے کہ جن لوگوں کے عزیز چھوٹی عمر میں اُن سے جدا ہو جاتے ہیں یا کسی بیماری کی وجہ سے اُن کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے مسیحیت اُن کو کسی طرح تسلّی نہیں دے سکتی"

"مسیحیت کے زوال کی ایک اور علامت یہ ہے کہ لوگ یہ دیکھکر کہ مسیحیت اُن کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتی ہے۔ اپنی بہتری کے لیئے خود راہیں سوچ رہے ہیں اور اپنی فطرتی خواہشوں اور جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی ضروریات کے پورا کرنے کے لیئے خود طرح طرح کی سوسائٹیاں قائم کر رہے ہیں۔ اور نئے نئے فرقے بنا رہے ہیں۔ مثلاً سپرچوالسٹ۔ کرسچن سائنٹسٹ اور مینٹل ہیلر فرقے لوگوں کو پرانی مسیحیت سے نکالکر اپنے ساتھ ملا رہے ہیں"

پریسیڈنٹ ایلیٹ نے اپنی رائے کا جو اظہار کیا ہے اُس کی بنا یہ ہے کہ مسیحیت کے مسلمہ عقائد کو اب لوگ کثرت سے ترک کر رہے ہیں۔ اور نئی نئی اصلاحوں کی ایک لہر بعض اوقات مسیحی کلیسیا کے اندر سے ہو کر اور بعض اوقات اُس کے اوپر سے ہو کر چل رہی ہے۔ زمانہ حال کا فلسفہ۔ اخلاقی مسائل۔ سوشل اُمنگیں اور جمہوری اصول مسیحی کلیسیا پر اپنا اثر ظاہر کر رہے ہیں اور مسیحی ممالک میں بہت سے لوگوں نے گرجاؤں میں جانا چھوڑ دیا ہے۔

یہ دو رائیں ہیں جو امریکہ کے دو مشہور پریسیڈنٹوں نے ظاہر کی ہیں۔ ایک تو اضلاع متحدہ کا پریسیڈنٹ ہے اور دوسرا ہماری سب سے قدیمی اور سب سے مشہور یونیورسٹی کا پریسیڈنٹ ہے۔ اس لیئے ان ہر دو صاحبان کی رائیں اس قابل ہیں کہ ہم اُن کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھیں۔

اضلاع متحدہ کے پراٹسٹنٹ فرقوں کو اب اتحاد کے خواب آ رہے ہیں۔ یہ فرقے تعداد میں ایک سو چھیاسٹھ ہیں۔ اگر یہ آج سب اکٹھے ہو جاویں تو ضرور ہے کہ کل ان میں ایک نیا تفرقہ پیدا ہو جائے۔ دنیا میں کسی اور مذہب کے پیروؤں میں باہم اسقدر نزاع نہیں ہے جتنا کہ مسیحی مذہب کے پیروؤں میں ہے اور ان سب کو ایک جماعت میں اکٹھا کرنا ایک محال امر ہے۔ وہ پھر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کریں اور ایک دوسرے کو آگ میں جلانا شروع کر دینگے۔ اور اُسوقت اُنکی پچھلی حالت پہلی حالت سے بدتر ہو گی۔

مسیحی کلیسیا کی اندرونی نزاعیں اور باہمی بغض و عداوت

قرآن شریف میں لکھا ہے ومن الذین قالوا انا نصٰرٰی اخذنا میثاقھم فنسوا حظا مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیٰمۃ (مائدہ۔ رکوع ۳) قرآن شریف کی اس آیت کے مطابق یہ بُغض اور عداوت

ہمیشہ سے مسیحیوں میں چلی آتی ہے۔ مسیحی تاریخ قرآن شریف کے اس بیان کی پوری تصدیق کرتی ہے۔

طرفہ یہ ہے کہ مسیحی لوگ ایک دوسرے کے متعلق بھی حق گوئی سے کام نہیں لیتے پھر یہ دوسرے مذاہب کے متعلق کس طرح سچی شہادت دے سکتے ہیں۔ مسیحی اختلافات اور نزاعوں کا نمونہ خود ہندوستان میں موجود ہے۔ وہاں جب پراٹسٹنٹ واعظ رومن کیتھولک مشنریوں کو کافر کہتے ہیں تو ہندو اُن سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے مسیحی بننے سے کیا فائدہ جب خود مسیحی دنیا کا ۳/۴ حصہ تمہارے مذہب سے بہتر مذہب نہیں رکھتا۔ جیمز رائٹ فرقہ کے مسیحیوں نے ایک جعلی وید بنایا جس کا نام انہوں نے ازور ویدم رکھا۔ ڈچ قوم کے مسیحیوں نے تھوما حواری کی تصویر کا ناک کاٹ دیا۔ (یہ وہ حواری ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان کی طرف آیا اور وہ اس ملک میں مسیحی مذہب کا بانی ہوا) اور ڈچ نے صرف اُس کا ناک ہی نہ کاٹا بلکہ اس میں میخیں ٹھوک ٹھوک کر اسکو ٹکڑوں سے بھر دیا پھر ایک توپ کے آگے اُسکو رکھکر اُڑا دیا۔ پھر طرفہ یہ کہ مسیحی ایک طرف ہندو مذہب کو بُرا اور رُوح کے لئے مہلک کہتے ہیں پھر اُسی مذہب کو روپیہ کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کرشن کی چھوٹی چھوٹی پیتل کی تصویریں جن کے آگے ہندو استریاں ماتھا ٹیکتی ہیں انگلستان کے شہر برمنگھم میں لاکھوں کی تعداد میں تیار ہوتی ہیں۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں صاحب اختیار تھی تو اُسوقت اُس نے جگن ناتھ کے مندر کو ایک آمد کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔

اور صرف رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقوں میں ہی باہم عداوت اور بُغض نہیں بلکہ خود پراٹسٹنٹ مذہب کے مختلف فرقوں کے درمیان سخت عداوت اور دشمنی ہے مثلاً ایپس کوپے لی اَن۔ پریز بی ٹی ری ان۔ میتھوڈسٹ اور بیپ ٹسٹ اور دیگر فرقوں میں باہم جنگ و جدال جاری رہتا ہے اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ یہ فرقے کبھی باہم ملکر ایک ہو جاویں

مشرقی ممالک کی قدیمی تہذیب

قدیمی دنیا مثلاً چین۔ ہندوستان۔ جاپان۔ ایران وغیرہ نے پُرانے زمانہ میں جسقدر ترقی کی ہے مغربی دنیا نے اُس کی پوری قدر شناسی نہیں کی۔ اور نہ اُس اعلیٰ پایہ کی تہذیب کی قدر شناسی کی گئی ہے جو اسلامی سلطنت کو حاصل تھی۔ حالانکہ جو ترقی یورپ اور امریکہ نے اس وقت تک کی ہے وہ اسی اسلامی تہذیب کی بدولت ہے۔ گذشتہ نومبر میں ہی مینے پبلک لیکچر میں

ایک خدا ماننے والوں کی تعداد

مسلمانوں کے برخلاف ایک مضمون پڑھا۔ میں اسی وقت بیٹھ گیا اور اُس کا جواب لکھا۔ میں نے پہلے روئے زمین کے مسلمانوں کی تعداد پیش کی جو حسب ذیل ہے۔ ہندوستان سات کروڑ ۵۰ لاکھ۔ افریقہ دس کروڑ۔ ملیشیا ۶ کروڑ۔ ٹرکی ۴ کروڑ۔ ایران۔ روس۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ وسطی ایشیا۔ ۵ کروڑ۔ چین ۷ کروڑ۔ کل میزان تقریباً ۴۰ کروڑ۔ انکے علاوہ ایک کروڑ ۸۰ لاکھ یہودی ہیں جو ایک خدا کو مانتے ہیں انکے علاوہ مسیحیوں میں لاکھوں آدمی ایسے ہیں جو تثلیث کے منکر اور ایک خدا کے ماننے والے ہیں مثلاً فری مے سن۔ شرائی نر۔ لوتو۔ اور یونی ٹے رین۔ یہ سب اعلیٰ طبقے کے لوگ ہیں اور ہمارے شہروں کی آبادی کا سمجھدار حصہ ان میں شامل ہے اور یہ سب ایک خدا کو مانتے ہیں۔ میں نے رسالہ مذکور کے ایڈیٹر سے یہ بھی سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ مسیحی لوگ ہمیشہ ایسے آدمیوں کی تعداد کم دکھانے کی کوشش کرتے ہیں جو اسلامی معنوں میں ایک خدا کو مانتے ہیں۔ مگر ایڈیٹر نے میرے جواب کو اپنے رسالہ میں شائع کرنے سے پہلو تہی کیا۔ مگر اس سے یہ فائدہ ضرور حاصل ہوا کہ ایڈیٹر مذکور نے اس کے بعد کبھی مسلمانوں یا دیگر ایک خدا ماننے والے لوگوں کے برخلاف کوئی مضمون شائع نہیں کیا تھوڑا عرصہ ہوا نیو یارک چرچ مین میں ایک نہایت ہی عجیب مضمون شائع ہوا جس کا عنوان یہ تھا "اسلام میں ایک نئی روح"۔ اُس مضمون میں سے تھوڑا سا حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے "دنیا کے مختلف حصوں میں اسلام کی حیرت انگیز ترقی زمانہ حال کا ایک نہایت ہی عجیب نظارہ ہے۔ اسلام چین پر حملہ آور ہوا ہے۔ مجمع الجزائر ملایا پر قبضہ کر چکا ہے۔

اسلام ایک زندہ اور طاقتور مذہب ہے

وسطی افریقہ میں نہایت تیزی سے قدم آگے بڑھا رہا ہے۔ اور اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدام روس کے جنوب میں بھی اشاعتِ اسلام کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اسلام میں تمام قسم کے لوگوں کو اپنے اندر ملانے کی ایک حیرت انگیز قوت پائی جاتی ہے۔ جو جو قومیں اس کی راہ میں آتی ہیں یہ اُن سب کو اپنے اندر جذب کر لیتا اور اُن کو بالکل اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ جہاں کہیں اسلام نے قدم رکھا ہے۔ اس نے ہمیشہ لوگوں سے بزبانِ حال یہ خطاب کیا ہے "میں تمہارے ساتھ بالکل مل جاؤں گا۔ میں تمہارے خون کا جزو بنوں گا۔ میں تمہاری تمام سوشل لائف کو لیکر اپنا بنا لوں گا۔ اور تم ایک بڑی بھاری برادری میں شامل کیے جاؤ گے یہاں تک کہ ہم سب ایک جان ہو جائیں گے اور ہمارا ایک ہی مرکز ہوگا اور ہم سب میں ایک ہی روح کام کرے گی اور

ایک ہی طاقت پر ہماری زندگی کا مدار ہوگا" اسلام میں یہ ایک نہایت عجیب اور حیرت میں ڈال دینے والی طاقت ہے۔ اسلام جہاں جاتا ہے لوگوں کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ امر ظاہری فتوحات کے ذریعہ نہیں ہوتا کیونکہ اس نے ایسے ممالک میں بھی بڑی بڑی فتوحات حاصل کی ہیں جہاں اس کو کوئی ظاہری حکومت نہیں۔ اس میں ایک ایسی طاقت ہی جو لوگوں کے دلوں کو فتح کرتی ہے۔ اور ایک مسیحی ایڈیٹر کا اسلام کی اس طاقت کو تسلیم کرنا ایک بہت بڑی بات ہے کیونکہ مسیحیوں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اسلام کی ہر ایک خوبی کو لوگوں کی نظر سے غائب رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ دنیا میں صرف مسیحیت ہی ایک زندہ اور طاقتور مذہب ہے۔

لیکن جب مسیحی اسلام کی تعریف کرتے ہیں جیسا کہ مشنری کانگریس میں گلاسگو کے بشپ نے کی یا جیسا کہ نیویارک چرچ مین کے مسیحی ایڈیٹر نے کی تو اس سے ان لوگوں کی اصل غرض اپنی قوم کے لوگوں کو اکسانا اور سکھانا ہوتا ہے کہ وہ بھی مسیحی مذہب کے پھیلانے میں اسلام کے نمونہ پر عمل کریں اور مسلمانوں کو مسیحی مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن افسوس۔ ان کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ کوئی حقیقی مسلمان مسیحی مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مسیح یوحنا باب ۱۷ ورس ۳ میں کہتا ہے کہ "یہ ابدی زندگی ہے تا وے تجھے پہچانیں جو ایک ہی سچا خدا ہے اور یسوع مسیح کو پہچانیں جس کو تو نے بھیجا (یعنی جو تیرا رسول ہے)" اس مقام سے اور ایسا ہی اور بہت سے مقامات سے یہ کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یسوع مسیح نے خدا ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن مسیحی لوگ ایسے مقامات پر غور کرنا پسند نہیں کرتے کیونکہ یہ مقامات اُن کے منشاء کے مخالف ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ تین خدا کی جگہ ایک خدا کو مانیں۔

مشنریوں کی ناکامی

نیویارک چرچ مین کا ایڈیٹر جس کے الفاظ کو ہم اوپر درج کر چکے ہیں اپنے مضمون کے اندر اپنے ہم مذہب لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ کس راہ سے وہ مسلمانوں پر فتح پا سکتے اور اُن کو مسیحیت میں داخل کر سکتے ہیں۔ افسوس کہ مسیحی لوگ گذشتہ تجربہ سے کچھ سبق حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ دیکھو کس قدر روپیہ اُنہوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کو مسیحی بنانے کے لیئے خرچ کر دیا ہے مگر اُنکو اس کوشش میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ شہر نیویارک میں ۱۲ لاکھ پچاس ہزار

اور یہاں فلیڈلفیا میں چار لاکھ یہودی رہتے ہیں۔ اور جس قدر کوشش مسیحیوں نے انکو مسیحی بنانے کے لیئے کی ہے وہ سب رائگاں ثابت ہوئی ہے۔

یہودیوں سے مسیحیوں کا سفاکانہ سلوک

گذشتہ زمانہ میں مسیحی لوگوں نے یہودیوں سے نہایت ہی سفاکانہ سلوک کیا ہے۔ اور اُن کو طرح طرح کے عذابوں کا نشانہ بنایا ہے اور اُن کے مال و متاع کو لوٹا اور اُنکے مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کیا ہے تاکسی طرح صفحہ ہستی سے ان کا نشان مٹ جائے شہر کیڈز اور سیول (ملک ہسپانیہ) میں صرف ایک سال یعنی ۱۴۸۱ء میں ۲ ہزار یہودیوں کو رحم مجسم مسیحیوں نے جلتی ہوئی آگ میں ڈالکر راکھ کر دیا لیکن اگرچہ اُنہوں نے یہودیوں کو جڑ سے اُکھیڑ دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا مگر پھر بھی یہودی نابود نہیں ہوسکے بلکہ اُنکی تعداد اب پہلے کی نسبت زیادہ ہے۔

تمام یورپ کے مسیحیوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کی بیخکنی کے لیئے صلیبی جنگوں کا سلسلہ جاری کیا اور اس مذہبی جنون میں لاکھوں آدمی اور کروڑوں روپے خرچ ہوئے مگر آخر ناکام ہوکر واپس جانا پڑا۔

تثلیث کا عقیدہ مسیحی کتابوں کے خلاف ہے

مسلمان ایک خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اور حضرت مسیح کو بھی وہ خدائے تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نبی مانتا ہے۔ مسیحی کہتا ہے کہ میں بھی ایک خدا مانتا ہوں لیکن خدا کے تین اقنوم ہیں جن میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ قادر مطلق ہے۔ باپ خدا قادر مطلق۔ بیٹا خدا قادر مطلق۔ روح القدس خدا قادر مطلق۔ لیکن پھر بھی تین خدا نہیں کہنے چاہیئے۔ خدا ایک ہے۔ یہ مسیحی تثلیث ہندوؤں کی تری مورتی کا گویا ایک دوسرا نام ہے۔ یہودی مذہب میں کسی تثلیث کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا پھر بھی مسیحی صاحبان فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی بنا یہودی مذہب پر ہے۔ یہودی مذہب خدائے تعالیٰ کے سوا اور کسی نجات دینے والے کا قائل نہیں۔ دیکھو یسعیاہ نبی باب ۴۳ ورس ۳ "میں خداوند تیرا خدا ہوں۔ اسرائیل کا مقدس۔ تیرا نجات دینے والا" اور یسعیاہ باب ۴۲ ورس ۸ میں لکھا ہے "میں رب ہوں۔ یہ میرا نام ہے اور میں اپنا جلال کسی اور کو نہ دوں گا۔ اور نہ میں اپنی ستائش گھڑے ہوئے بتوں کو دوں گا" اور پھر یسعیاہ باب ۴۳ ورس ۱۱ میں لکھا ہے "میں۔ ہاں میں ہی رب ہوں اور میرے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں" اور

پھر یسعیاہ باب ۴۴ ورس ۶ میں لکھا ہے "خداوند - اسرائیل کا بادشاہ اور اُس کا نجات دہندہ - رب الافواج یوں کہتا ہے - مَیں اوّل ہوں اور مَیں آخر اور میرے سوا اور کوئی خدا نہیں" یسعیاہ اور پُرانے عہد نامہ کی دوسری کتابوں میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جو بڑے زور سے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی خدا نہیں - اور وہی نجات دہندہ اور مُکتی دینے والا ہے - اُسکے سوا اور کوئی نہیں - اسلیئے مسیحی لوگ جو مسیح کو اپنا منجی قرار دیتے ہیں الہامی کتابوں کے عہد کے اندر شامل نہیں ہوسکتے اور یہ وہ کتابیں ہیں جنکو وہ خود خدا کا کلام کہا کرتے ہیں - لیکن تعجب یہ ہے کہ پُرانے عہد نامہ کی یہ ساری شہادتیں اور خود نئے عہد نامہ کے وہ مقامات جہاں مسیح بڑی صفائی سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے مسیحیوں کی تسلّی کے لیئے کافی نہیں ہیں -

اسلام کس طرح پھیل رہا ہے

ڈوئمبر (جو ایک مشہور اور متعصب مسیحی ہے) اپنی ایک تصنیف میں لکھتا ہے :-

"ملک برہما میں (جہاں ہندوستانی تاجر اشاعت اسلام کا کام کرتے ہیں) مسلمانوں کی آبادی میں گذشتہ دس سال کے عرصہ میں ۳۰ فیصدی کے حساب سے ترقی ہوئی - مغربی سوڈان اور نائیجیریا میں سارے کے سارے اضلاع جو پہلے مشرک تھے اب وہ مسلمان ہیں - اور یہ کام اسلامی مشنریوں نے نہیں بلکہ تاجروں - سیاحوں اور پیشہ وروں نے کیا ہے یہ کہنا تو مبالغہ ہوگا کہ ہر ایک مسلمان ایک اسلامی واعظ ہوتا ہے لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ درویشوں کی چند جماعتوں کے سوا اشاعت اسلام کا کام کرنے والے تمام کے تمام عام مسلمان ہیں جو کسی خاص پیشہ یا درجہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ہر درجہ اور ہر پیشہ کے مسلمان اسلام کی اشاعت کا کام کر رہے ہیں - مثلاً ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ بحرین کے ایک جواہرات کے تاجر نے قرآن کی ایک مکمل تفسیر مفت اشاعت کے لیئے شائع کی - لاہور اور کلکتہ میں مسلمان کلرک - تاجر - اور جلد ساز اور عام مزدور کبھی سر بازار اسلام کا وعظ کرتے ہوئے یا مسیحیت کے ابطال کے لیئے دلائل دیتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں - جو تاجر جاوا سے حج کے لیئے مکّہ جاتے ہیں وہ جب واپس آتے ہیں تو کوہستانی قبائل میں آکر اسلام کا وعظ کرتے ہیں - سوڈان میں ایک خاص تاجروں کا گروہ ہے جو اپنے

ساتھ قرآن لیئے پھرتے ہیں اور جس جس جگہ وہ اپنا مال تجارت لے جاتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ہی قرآن شریف بھی لیجاتے ہیں۔ اور جہاں کہیں وہ ایک گاؤں میں سر بازار اپنی دوکان کھولتے ہیں اُسی جگہ بازار کے سر پر وہ ایک مسجد بھی کھڑی کر دیتے ہیں"۔

مسیحی تاجروں اور مشنریوں کا مسلمان تاجروں سے مقابلہ

مندرجہ بالا بیان سے بصراحت یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اسلام مسیحیت پر بہت فوقیت رکھتا ہے۔ مسلمان تاجروں کے مقابل میں مسیحی تاجروں کا حال نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ اگر کوئی صاحب مسیحی تاجروں کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا چاہے تو وہ جنوبی جزائر کی تاریخ کا مطالعہ کرے۔ اور دیکھے کہ کسطرح مسیحی تاجروں نے ان جزائر کے باشندوں کو لوٹا اور انکو طرح طرح کے دُکھ دیئے اور بائبل کی بجائے وسکی کی بوتل اور مسیحی یورپ کی تمام گندی بیماریاں اپنے ساتھ لے گئے۔

مسیحی تاجر یہ امر سمجھ ہی نہیں سکتے کہ کس طرح ایک آدمی محض صداقت اور دین کی خاطر بغیر کسی دولتمند جماعت کی امداد کے غیر ممالک میں جا کر مشنری کا کام کر سکتا ہے مسلمان تاجر اور دوسرے پیشہ ور جو اسلامی مشنریوں کا کام کرتے ہیں وہ اپنی اس خدمت دینی کیلیئے مسیحی مشنریوں کی طرح کسی مالدار سوسائٹی سے ہزار ڈالر (یعنی سوا تین ہزار روپیہ) یا اس سے بھی زیادہ سالانہ تنخواہ حاصل نہیں کرتے۔ وہ یہ سب کام سچائی کی خاطر انسانی ہمدردی کی خاطر اور ایک خدا پہ ایمان لانے کی خاطر کرتے ہیں۔ خیال کرو ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر (یعنی قریباً ۸ کروڑ ½ ۱۲ لاکھ روپیہ) ہر سال مسیحی پادریوں پر خرچ ہوتا ہے۔ جو دنیا کے مختلف حصوں میں کام کر رہے ہیں اور اگر ان لوگوں کو تنخواہ نہ دی جاوے تو یہ لوگ ہرگز بیرونی ممالک میں وعظ کے لیئے نہ جائیں۔

مشنریوں کی ناکامی کے متعلق ایک عیسائی کی شہادت

قریباً ۲۰ سال کا عرصہ ہوًا ہے کہ یونائٹیڈ پریزبٹیرین چرچ نے مصر میں ۶ یا ۸ پادری اس غرض کے لیئے بھیجے کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی بنائیں۔ مگر وہاں جا کر جو کارروائی اُنہوں نے کی ہے اُس کے متعلق ڈاکٹر جارج پی۔ ایس۔ سابق جو قاہرہ کے مدرسہ طبی کا پروفیسر اور مصر کے قبطی کلیسیا کا ایک رکن ہے مندرجہ ذیل شہادت دیتا ہے:۔ "وہ ہم کو (یعنی قبطی کلیسیا کے ممبروں کو) متعصب کہتے ہیں لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ہم نے کس کے ساتھ

تعصب کا برتاؤ کیا ہے۔ ہم نے مصر میں بے شمار مشنوں کو خوش آمدید کہا اور اُن کے ساتھ معانقہ کیا ہے اور اپنی تعلیم اور حیثیت کے مطابق اُن کے ساتھ ملکر کام کیا ہے۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ یہ مشن مسیحی ممالک سے اس لئے بھیجے گئے تھے کہ مسلمانوں میں جا کر کام کریں۔ لیکن جب وہ مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکے تو انہوں نے اُدھر سے توجہ ہٹا کر ہم پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کوشش میں لگ گئے کہ ہمارے کلیسیا کے ممبروں کو ملازمت کا لالچ دیکر اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا اور جو ہم میں سے غریب اور جاہل تھے انہیں طرح طرح کے لالچ دینے شروع کر دیئے . . . .

. . . .

. . . . انہوں نے ہمارا نام بت پرست اور ملحد رکھا۔ انہوں نے ہماری کلیسیا کی نسبت کہا کہ یہ ایک نہایت ہی مخذول و مردود جماعت ہے۔ اُن کو ہماری حالت پر اس قدر رحم آیا کہ جس کام کے لیئے وہ بھیجے گئے تھے اُسکو چھوڑ کر ہمیں اپنی فرقہ میں داخل کرنا شروع کر دیا۔"

تعجب کی بات ہے کہ قدیمی قبطی کلیسیا کے بانی خود حواری تھے مگر آجکل کے مسیحی اُن کو مردود۔ مخذول اور ملحد قرار دیتے ہیں۔ مصر کے قبطی کلیسیا اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات بہت ہی قابل تعریف ہیں۔ ان میں سے کوئی دوسرے کو دکھ نہیں دیتا۔ اور دونوں فریق ایک دوسرے کے پڑوس میں امن سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہلے سے مصر کے فتح ہونے کی اپنے پیروؤں کو خبر دیدی تھی اور آپ نے اُن کو وصیت فرمائی تھی کہ اہل مصر سے نیک سلوک کیا جاوے۔ کیونکہ حضرت ہاجرہ والدہ اسمٰعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مصر کی رہنے والی تھی۔ اسلام کے آنے سے پہلے مصر کے مسیحیوں میں باہم خوب جنگ ہو رہی تھی اور قبطی۔ یعقوبی اور دوسرے مسیحی صدہا سال سے باہم لڑ رہے تھے۔ اسلام نے آکر انکو باہم لڑنے سے روکدیا اور اسکے بعد یہ چین سے زندگی بسر کرنے لگے یہ راحت ان کو اسلام کی برکت سے صدہا سال کی کشمکش کے بعد نصیب ہوئی۔

اسکندریہ کا کتبخانہ کس نے جلایا

بہت سے نادان مسیحی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے حکم سے سکندریہ کے مشہور کتب خانہ کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ لیکن یہ ایک بہتان ہے جو مسیحیوں نے مسلمانوں پر باندھا ہے۔ اور اسپر کیا بس ہے مسیحیوں نے ایسے ہی کئی اور جھوٹے الزام مسلمانوں پر لگائے ہیں۔ اسکندریہ کی لائبریری حضرت عمرو بن العاص کے مصر میں داخل ہونے سے

بہت عرصہ پہلے تباہ ہو چکی تھی۔ یہ کتب خانہ مسیحی قیصر تھیوڈوسی اُس کے حکم سے تباہ کیا گیا۔ یہ مسیحی قیصر بہت متعصب تھا اس نے رومی سلطنت میں تمام غیر مسیحی مذاہب کی بیخکنی کر دی۔ اس نے حکم دیا کہ سِراپی اُس کا معبد جڑھ سے اُکھیڑ دیا جاوے اور یہ کتب خانہ بھی اسی معبد کے ساتھ تھا۔ اسکے تباہ کر دینے کا بھی حکم جاری کیا گیا اور مصر کی نہایت ہی قدیمی اور بیش قیمت کتابیں اُسکے حکم سے جلادی گئیں تا ایسا نہ ہو کہ اہل مصر ان کتابوں کو پڑھکر پھر اپنا قدیمی مذہب اختیار کر لیں۔ یہ واقعہ ۳۹۱ء میں ہوا یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش سے قریباً پونے دو سو سال پیشتر۔ دیکھو

سِبل کی کتابیں بھی اسی قیصر کے حکم سے تمام رومی سلطنت میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلائی گئیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان واقعات کی موجودگی میں یورپ و امریکہ کے مسیحیوں کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے خلفاء کے متعلق جھوٹی تہمتیں ایجاد کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ گبن نے بھی اپنی کتاب ڈیکلائین اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر میں مسلمانوں کو اس بہتان سے بری کیا ہے۔

مسلمانوں کا علمی مذاق اور انکا احسان علمی دنیا پر

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں نے دنیا کا سب سے بڑا دار العلوم جسمیں بارہ ہزار سے زیادہ کتابیں موجود ہیں قاہرہ (ملک مصر) میں قائم کیا اور یہ دار العلوم یورپ کی اسی قسم کی یونیورسٹیوں کے وجود میں آنیسے صدہا سال پہلے موجود تھا۔ ہاں اُسوقت یورپ میں اگر کوئی دار العلوم قاہرہ کے دار العلوم کے بالمقابل موجود تھے تو وہ وہی دار العلوم تھے جو ہسپانیہ اور دیگر مفتوحہ ممالک میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع اور خدام نے قائم کیئے تھے۔ یہی اسلامی یونیورسٹیاں تھیں جنہوں نے یورپ کو جہالت کی نیند سے بیدار کیا۔ اور اگر ان اسلامی عظیم الشان درس گاہوں کا وجود نہ ہوتا تو غالباً مسیحی قومیں اب بھی اُسی ظلمت میں گرفتار ہوتیں جس میں وہ مسلمانوں کے یورپ میں قدم رکھنے سے پیشتر مبتلا تھیں۔ انہی اسلامی یونیورسٹیوں کے محقق فضلاء نے یورپ میں علمی تحقیق کی بنیاد ڈالی اور سائنس کے مختلف شعبوں سے جو فائدہ مغربی دنیا آج حاصل کر رہی ہے یہ اُنہی اسلامی یونیورسٹیوں کی بدولت ہے جنہوں نے اہل یورپ کو سائنس کا سبق پڑھایا اور علمی تحقیق کی راہ پر چلایا۔

اسلام اور تحقیق

اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ سائنس کو گناہ قرار نہیں دیتا اور نہ اُن لوگوں کی نسبت جو علمی تحقیق میں

لگے رہتے ہیں یہ فتویٰ دیتا ہے کہ یہ لوگ شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔ لیکن مسیحی کلیسیا نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد [illegible]

یہی محققانہ روح اور کشادہ دلی تھی جسکی بدولت ملک ہند میں حضرت مرزا غلام احمد نبیوں کی طرح کام کر کے کامیاب ہوگئے اور اُن کا یہ کام نہ صرف مسلمانوں کے فائدہ کے لیئے تھا بلکہ کُل نوع انسان کے فائدہ کے لیئے تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک ۔ یہی مرزا صاحبؑ تھے جنہوں نے اُن غلطیوں اور دھوکوں کو ظاہر کیا جن میں مسیحی اور ہندو مبتلا تھے ۔ اور آپنے یہ کام نہایت ہی نرم طریق سے پورا کیا۔ تا بیجا طور پر کسی کا دل نہ دکھایا جائے۔

پس ہم یقینی اور قطعی طور پر دیکھتے ہیں کہ دنیا آگے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور یہ کہ آخر خدائے واحد اور اسلام کا علم زمین کی تری اور خشکی پر پھیل جائے گا ؛

جارج بیکر از فلیڈلفیا۔ اضلاع متحدہ۔ امریکہ

ماہوار رپورٹ بابت ماہ جنوری ۱۹۱۴ء صدر انجمن احمدیہ قادیان

یتامیٰ۔ اس ماہ میں آمد صرف [illegible] کل خرچ [illegible] جس میں سے [illegible] اصل خرچ [illegible] وظائف یتامیٰ ہے۔ یتامیٰ کی آمد بمقابلہ خرچ کے بہت کم ہے ۔ احباب کو توجہ کرنی چاہیئے ؛

شفاخانہ :۔ اس ماہ میں آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہوا۔ نئے اور پرانے مریضوں کی تعداد اندرون قصبہ میں ۹۳۹ اور دارالعلوم میں ۸۶۳ ہے۔ مائیز اپریشن ۲۹ و ۵ علی الترتیب ہوئے ؛

اشاعت اسلام :۔ اس صیغہ کی آمد [illegible] اور خرچ [illegible] ہے۔ اس ماہ کے اخیر پر خریداران ریویو انگریزی میں گذشتہ ماہ کی نسبت دو کی بیشی ریویو اُردو میں پانچ کی بیشی اور تفسیر القرآن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ؛

دفتر محاسب :۔ آمد ۰۰-۱۵-۸۲۵۷ خرچ ۱۰-۳-۶۸۳۶ ہے اس ماہ کی آمد میں جلسہ سالانہ کی ایسی رقوم بھی شامل ہیں۔ جو بلا تفصیل ہونیکی وجہ سے امانت میں رکھی گئی تھیں اور جنوری میں تفصیل آنے پر داخل خزانہ کی گئیں آمد امانت کے سوا تین ہزار کے قریب ہے۔

تعمیر:۔ روپیہ کی کمی کے لحاظ سے عمارت کا کام بند پڑا ہے۔ جلسہ پر ہال کی تکمیل کے لیئے تحریک کی گئی تھی۔ چنانچہ جو روپیہ اسوقت ہال کی تکمیل کے لیئے ہوا تھا وہ دفتر تعمیر میں ہی دیا گیا تھا تاکہ اس جگہ صرف ہو۔ گرڈر آئے ہوئے ہیں۔ صما عہ روپیہ کا وعدہ تکمیل ہال کے لیئے جلسہ پر ہوا تھا۔ وہ روپیہ وصول ہونے پر مزید کام ہو سکتا ہے۔ عمارت مدرسہ و بورڈنگ کے لیئے چندہ کا بقایا جن جن احباب کے نام ہے وہاں کے سکرٹری صاحبان بقایا وصول کرکے بھیجنے کی سعی کریں۔ کیا یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ عمارت کے درمیان کی میلی دیواریں دجہ ہال کی تعمیر نہ ہونیکی وجہ سے نا مکمل پڑی ہیں۔ اور عمارت کو بدنما ظاہر کر رہی ہیں) جلد مکمل ہو کر ساری عمارت خوشنما دکھائی دے۔ یہ حصہ گویا زبان حال سے جماعت احمدیہ کی ہمت اور ایثار پر داغ لگا رہا ہے میں امید کرتا ہوں کہ سب احباب توجہ کرینگے۔ خصوصًا وہ لوگ جن کے ذمہ عمارت فنڈ کا بقایا ہے۔ اور سکرٹری صاحبان :

بیت المال:۔ لنگر کا خرچ بڑھ رہا ہے۔ اور آمد کم ہے جسکی وجہ سے لنگر مقروض رہتا ہے۔ گو جلسہ سالانہ پر گذشتہ قرضہ کی ادائگی کا انتظام ہو گیا تھا۔ مگر آیندہ لنگر مقروض نہ ہو جماعت کو لنگر کا چندہ با قاعدہ دینے کی فکر کرنی ضروری ہے۔ یہ وہ مدرسہ ہے جسے حضرت صاحب نے خود جاری کیا اور جہاں حق کے طالب امیر و غریب سب دین حاصل کرتے ہیں۔ اسکے بغیر سلسلہ کی اشاعت کا کام ادھورا رہتا ہے۔ پھر اکثر مساکین مہاجرین ہیں جن کی پرورش ہوتی ہے :

مدرسہ احمدیہ:۔ مدرسہ احمدیہ میں مبلّغ و واعظ پیدا کرنے کے لیئے ہفتہ میں دو جلسے کیئے جاتے ہیں ایک میں طلبار کو مختلف مضامین پر لکچر دیئے جاتے ہیں۔ دوسرے میں طلبار سے لکچر سنے جاتے ہیں تا وہ اس کام کو نباہ سکیں۔ دوسری قسم کا جلسہ جمعہ گذشتہ کو ہوا۔ ایک بزرگ سید نے جو جلسہ میں تشریف فرما تھے دس روپے۔ شیخ نور احمد مختار صاحبزادہ صاحب نے ایک روپیہ طلبار کی شیرینی کے لیئے دیا۔ اور صاحب موصوف نے ان طلبار کو جو مدرسہ سے تحصیل علوم سے فارغ ہو کر تبلیغ کریں دس روپے ماہوار کا وظیفہ دینے کا وعدہ کیا ہے :

جلسہ سالانہ:۔ جلسہ سالانہ پر جن جماعتوں یا افراد نے جن جن صیغوں کے قرضوں کی ادائگی کا ذمہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر لیا تھا۔ انکو اپنے وعدے بھول نہ جانے چاہیئیں۔ اور خدا کرے کہ ایسا نہ ہو کہ جلسہ میں وہ صرف وعدہ ہی وعدہ رہیں۔ اور عملی جامہ نہ پہنیں۔ بلکہ ابھی سے اسی جوش کے ساتھ

جسکو دل میں رکھکر وعدہ کیا تھا جبتک کہ وعدہ پورا نہ ہو جاوے کارروائی ہوتے رہنی چاہیئے ۔
حضرت خلیفۃ المسیح کی کسقدر خوشی کا موجب یہ ایفاء وعدہ ہو سکتا ہے۔ جو آپکے ساتھ آپ لوگوں نے کیا تھا۔ لیکن اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہوا اور حضور کی خدمت میں صیغوں کے بدستور مقروض رہنے کی خبر پہنچی۔ تو آپ کو ازحد رنج بھی ہوگا۔ اسلیئے میں امید کرتا ہوں کہ وعدہ کرنے والے بے فکر نہ ہونگے۔ خاص قادیان میں اسکے متعلق کارروائی ہو رہی ہے۔ ایک ہزار روپیہ میں سے نصف خاص قادیانی احباب پر اور نصف ضلع ہذا کی بیرونی جماعتوں پر ڈالا گیا ہے۔ باہر وصولی کا انتظام ہو گیا ہے۔ اور ؁ کے قریب وصولی بھی ہو چکی ہے۔ خاص قادیان میں احباب کی آمد کے لحاظ سے پانچ سو روپیہ تقسیم کیا جاوے گا۔ جسے انشاء اللہ ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اس طرح پر کسی کو اپنے لیئے خود کوئی رقم مقرر کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر دوسری جگہ بھی جہاں کہ اس طرح تقسیم ہو سکتی ہو کریں تو بہتر ہوگا۔ اور دیہات میں زراعت پیشہ احباب اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق لکھا سکتے ہیں ؛

دفتر سکرٹری :۔ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اخراجات کو جہاں تک ممکن تھا کم کرنے کے لیئے کچھ ملازمین تخفیف میں لائے گئے ہیں۔ بعض ملازمین کے گریڈ کم کیئے گئے۔ بعض کی تنخواہ معین کی گئی ہے۔ اور کل ملازمین صدر انجمن کی ترقیاں سال ۱۹۱۴ء کے لیئے روکی گئی ہیں۔ اور حقوق ترقی کے لیئے اس سال کو سروس میں شمار نہیں کیا گیا۔ جن کی ترقیاں سالانہ تھیں دو سالہ کی گئی ہیں۔ اگر کل احباب باقاعدہ چندہ بھیجنے کا التزام کریں۔ تو یہ ساری دقتیں رفع ہو سکتی ہیں ؛

نور افشاں کا اسسٹنٹ اڈیٹر قادیان میں آکر مشرف باسلام ہوا اور اس جگہ مقیم ہے ایسے ہی ایک اور انگریز نو مسلم قادیان میں رہائش رکھتا ہے ؛

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام } جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک تازہ خط ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ جو بڑی مسرت کا موجب ہوگا۔ اور وہ یہ ہے۔

برادران :۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
اس جمعہ برادر شیخ عبد الرحمٰن کپتان سیٹنلے مسگریڈ صاحب شریک جمعہ ہوئے۔ جمعہ کی نماز

حسب معمول لنڈسی ہال میں قریباً پچاس مقتدیوں کے ساتھ ادا کی گئی۔ کپتان موصوف بہت ہی وجیہہ اور خوبصورت پُر رعب آدمی ہیں۔ آپ لنڈن میں بغرض انتخاب پارلیمنٹ تشریف لائے تھے۔ مَیں نے اُن کو بہت تاکید کی ہے کہ وہ ضرور پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے کوشش کریں۔ یہ معاملہ آئندہ ماہ تک ختم ہوجائے گا۔ اس کے بعد آپ کا مستقل ارادہ ہے کہ کچھ عرصہ میرے پاس رہکر قرآن شریف کی تعلیم حاصل کریں۔ اور پھر تبلیغ اسلام کے لیئے تیار ہوجاویں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرماوے۔ جس نوجوان خاتون کے متعلق لکھا تھا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔ الحمد للہ کہ وہ اس جمعہ کو خطبہ سے پہلے مشرف با سلام ہوگئی ہے اس کا اسلامی نام زرینہ بیگم رکھا گیا ہے۔ خطبہ جمعہ میں چھ عیسائی انگریزی خاتونیں بھی موجود تھیں۔ جو نیک اثر لیکر گئیں۔

سب سے بڑھکر خوشی اس بات کی ہے۔ کہ تمام نومسلموں میں اسلام کی تبلیغ کا جوش شروع ہوگیا ہے۔ خالد شیلڈرک صاحب نومسلم مجھے بار بار کہہ چکے ہیں۔ کہ لنڈن میں تبلیغ اسلام کا کام مستقل طور پر شروع ہونا چاہیئے۔ مَیں خود بھی اسی فکر میں ہوں۔ کل ایک مکان دیکھا تھا۔ ارادہ ہے کہ لنڈن میں کوئی وسیع مکان مستقل طور پر لیا جاوے۔ جہاں نماز جمعہ کے علاوہ ہر ہفتہ کی شام کو باقاعدہ لیکچر اور جلسے کیئے جایا کریں۔ ایک کلب بھی قائم کی جائے۔ پھر نووارد مسلمانوں کے لیئے جائے قیام کا کام بھی دے سکے۔ لنڈن میں بکثرت ایسے لوگ ہیں جو اسلام کے بارہ میں وقتاً فوقتاً معلومات حاصل کرنیکے شائق ہیں۔ لنڈن کی مستقل رہائش سے انکو بہت فائدہ پہنچیگا۔ ووکنگ کی رہائش اس معاملہ میں حارج ہے۔ ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ جو دفتر اور خط و کتابت کو سنبھال لے۔ اور مَیں کچھ آزاد ہوجاؤں۔ والسلام۔ کمال الدین از مسجد فضل (ووکنگ) ۲۹ جنوری ۱۹۱۴ء

روحانی ٹیلیفون :۔ اس رسالہ میں سورہ فاتحہ سے دلچسپ ۔۔۔۔ طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ کہ تمام روحانی و جسمانی ترقیات کے دروازے کھولنے کا یہی ایک آلہ ہے نیز انجیلی تعلیم کو عقلی و نقلی دلائل کے ذریعہ قرآن شریف و حدیث کے مقابل میں ناقص ثابت کیا گیا ہے۔ مالی طاقت والوں کو قیمتاً اور جو اسکی طاقت نہیں رکھتے انکی مصدقہ درخواست آنے پر مفت ارسال کیا جاویگا۔ درخواست بنام میرزا عبد الغنی قادیان ضلع گورداسپور۔

اخبار شمشیر قلم :۔ جو پہلے ہفتہ وار نکلتا تھا۔ چند دنوں سے روزانہ کر دیا گیا ہے۔ اسکے چند نمبر ہماری

تفصیل بقایا صیغہ جات یکم فروری سنہ ۱۹۱۳ء

تعلیم	۷۲۶۱ - ۱۵ - ۴
مساکین	۱۳۳۷ - ۴ - ۸
زکوٰۃ	۴۱۶۸ - ۶ - ۴
یتامیٰ	۳۷۸ - ۱۵ - ۴
بورڈران ہائی	۱۹۹۴ - ۰ - ۵
" احمدیہ	۳۸۵ - ۶ - ۰
امانت اندرونی	۱۶۹۲ - ۱۵ - ۰
" بیرونی	۲۰۰۳ - ۱۲ - ۹
مستقل فنڈ	۳۹۱۲ - ۲ - ۶
میزان	۲۳۱۳۴ - ۱۴ - ۴
منہائی فاضل	۱۲۴۵۶ - ۶ - ۴
باقی	۱۰۶۷۸ - ۸ - ۰
منہائی پیشگی	۱۰۳۷۴ - ۹ - ۶
باقی نزد امین	۳۰۳ - ۱۴ - ۶

تفصیل فاضل

مدرسہ احمدیہ	۱۶۰۴ - ۲ - ۰
اشاعت	۳۱۴ - ۱۱ - ۱۱
بیت المال	۲۰۹۰ - ۴ - ۳
مقبرہ بہشتی	۲۲۹۹ - ۲ - ۸
تعمیر	۴۰۵۶ - ۱۰ - ۱۰
متفرقات	۲۰۹۱ - ۵ - ۸
میزان فاضل	۱۲۴۵۶ - ۶ - ۴

تفصیل پیشگی

تعلیم	۲۲۲۶ - ۱۳ - ۶
بیت المال	۲۶۹۸ - ۰ - ۰
مقبرہ	۴۸۰ - ۰ - ۰
اشاعت	۳۰۰ - ۰ - ۰
بورڈنگ احمدیہ	۵۲۴ - ۱۲ - ۰
تعمیر	۳۷۰۰ - ۰ - ۰
متفرقات	۴۴۵ - ۰ - ۰
میزان	۱۰۳۷۴ - ۹ - ۶

[illegible]

مکمّل نوٹ درس قرآن شریف

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی مولوی حکیم نورالدین صاحب کی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گذری ہے۔ زمانہ حال میں جو اعتراض غیر مذاہب کے لوگ قرآن شریف پر کرتے ہیں ان کے جواب آپ نے ہمیشہ تائید الٰہی سے دیئے ہیں کہ مخالف لاجواب ہوئے آپ جو روزانہ درس قرآن شریف کا دیا کرتے ہیں اُس کے ایک دَورہ کے نوٹ سورہ الحمد سے لے کر سورۃ الناس تک جو اخبار بدر کے ساتھ آہستہ آہستہ تین سال میں تیار ہوئے ہیں حقائق و معارف کا بڑا بھاری ذخیرہ ہیں۔ قیمت اصلی فی نسخہ پانچ روپے۔ رعائتی چار روپے تھوڑے سے نسخے باقی رہ گئے ہیں ؏ ملنے کا پتہ۔ بدر ایجنسی۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور۔

شرح اجرت اشتہارات در رسالہ ریویو آف ریلیجنز

میعاد	پورا صفحہ		نصف صفحہ		چوتھائی صفحہ		ایک سطر	
	انگریزی	اُردو	انگریزی	اُردو	انگریزی	اُردو	انگریزی	اُردو
سالانہ	للعہ	صہ	صعہ	سہ	صعہ	عہ	سے ر	للعہ ر
ششماہی	صعہ	سہ	صعہ	عہ	عہ	عہ	عہ ۱۲ ر	عکہ ۸ ر
سہ ماہی	صعہ	عہ	عہ	عہ	ہہ ر	ہلے ر	عہ ر	عہ ۸ ر
ایک دفعہ	ے ۸ ر	ہلے ر	للعہ ر	اہ ر	سے ر	سے ۸ ر	۸ ر	۱۰ ر

تمام درخواستیں بنام مینجر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں

اطلاع

خریداران ریویو کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد میں توقف ہو جائے تو معاف فرماویں ؏

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا